قرآن وسنۃ کی روشنی میں

مومن

اپنی صفات کے آئینہ میں

تصنیف
ڈاکٹر محمود الحسن عارف

297.
ع 16 م
9115

الکتاب ٹرسٹ

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED

قرآن وسنت میں بیان شدہ

مومن

اپنی صفات کے آئینہ میں

تصنیف

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
(ایم اے، پی ایچ ڈی، فاضل اشرفی)

الکتاب ٹرسٹ
۱۵۳۔ جناح کالونی، سمن آباد لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Copyright©
All rights reserved
Exclusive rights by the author. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the author.

عارف، ڈاکٹر محمود الحسن
مومن اپنی صفات کے آئینہ میں
ص: 140 7x4
اسلامی تعلیمات ۔۔۔۔ مومن کی صفات
ع ار ۔ م

مومن
اپنی صفات کے آئینہ میں

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
0092-42-3760474
hassanarif5@hotmail.com

1431
2010
الکتاب ٹرسٹ
۱۵۳۔ جناح کالونی، سمن آباد لاہور

Marfat.com

انتساب

والدہ قدسیہ مرحومہ کے نام

جن کی نیک تربیت نے ہمیں زندگی
کی اونچی نیچی راہوں میں روشنی عطا کی!

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فلاح پا گئے ایمان والے

بے شک ایمان والے رستگار ہو گئے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا کنیزوں سے، جو ان کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت) کرنے میں انہیں ملامت نہیں اور جو کوئی ان کے علاوہ اوروں کے طالب ہوں وہ (خدا) کی مقرر کی ہوئی حد سے نکل جانے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں میراث حاصل کرنے والے، جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (المؤمنون آیت ۱تا۱۱)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف ابتدا

قرآن وسنت میں...... مسلمانوں کی زندگی میں تبدیلی لانے اور انقلاب پیدا کرنے کے لیے کئی اسالیب اور انداز بیان اختیار کیے گئے ہیں۔ کہیں انہیں ''اے ایمان والو!'' کہہ کر مخاطب کیا گیا...... کہیں...... انہیں ''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' کا حکم دے کر...... اطاعت کی...... ترغیب دی گئی اور کہیں ''ایمان والوں کے اوصاف'' بیان کر کے...... ان میں...... ایمان صالح کے لیے...... جذبات ابھارے گئے...... ان متنوع اسالیب بیان کو اپنانے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگیوں میں حقیقی تبدیلی اور صالح انقلاب لانے کے لیے راہ ہموار کی جائے۔

ہماری ابتدائی دو کتابوں (''اے ایمان والو'' اور ''اطاعت کرو، اللہ اور اس کے رسول کی'') کے بعد...... یہ تیسری کتاب...... تیسرے اسلوب بیان کی تفصیل اور اس کے پاکیزہ اور بابرکت تذکرے پر مشتمل ہے...... دراصل قرآن کریم میں سیکڑوں آیات مبارکہ میں...... اللہ رب العزت نے اپنے نیک بندوں کا ذکر کر کے ان کی اوصاف کو بیان کیا ہے، کہیں کہا: ''فلاح پا گئے ایمان والے''...... (جو ان اوصاف کے حامل ہیں)، کہیں فرمایا: ''رحمان کے بندے وہ ہیں...... (جو ان اوصاف کے حامل ہیں)''...... کہیں...... بغیر تمہید کے اور کوئی خاص عنوان دیے بغیر فرمایا گیا:...... ''وہ لوگ'' جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ کہیں انصار و مہاجرین کا، کہیں مجاہدین کا اور کہیں راہ خداوندی میں مال و دولت لٹانے والوں کا ذکر کیا گیا۔ اس طرح مومنوں کی اوصاف کا یہ تذکرہ اتنا وسیع اور اتنا ہمہ گیر ہے کہ اس میں مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبے...... داخل اور شامل ہیں۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ قرآن کریم سے ایسی آیات کا فکری تہذیب و اصلاح سے شروع کر کے...... معاشرتی تہذیب واصلاح تک کی اوصاف پر مشتمل...... گل دستہ تیار کر کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں...... الحمدُ للہ، یہ کتاب پانچ ابواب میں مکمل کی گئی ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

باب اول: ایمانیات (اصلاح عقیدہ وفکر)

باب دوم: اصلاح وتہذیب نفس بذریعہ عبادت وذکر الٰہی

باب سوم: تہذیب واصلاح نفس بذریعہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب

باب چہارم: باہمی معاملات کی اصلاح بذریعہ آداب معاشرت

باب پنجم: تہذیب واصلاح معاشرہ بذریعہ امر بالمعرف ونہی عن المنکر ، اور ہجرت وجہاد

اس کار خیر میں جن حضرات نے تعاون کیا...... ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔ خصوصاً حاجی محمد اختر ، اپنے محبّ مکرم سید وقار الحسن گیلانی، حاجی فضل کریم، ڈاکٹر محمد اختر رانا اور دیگر ایسے احباب کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ہیں،...... جن کے تعاون کے ساتھ یہ کتاب...... زیور طباعت سے آراستہ ہوسکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

طالب دعا

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

دارلعرفان...... رحمان پارک گلشن راوی،

لاہور

رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ (اگست ۲۰۱۰ء)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مومن اپنی صفات کے آئینہ میں

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ
حرف ابتدا	۵
حرف ادراک...... حافظ فضل الرحیم	۱۰
باب اول ایمانیات (ذہن سازی)	
ایمان بالغیب اور اس کی اہمیت	۱۱
(۱)۔ بن دیکھے ایمان لانا......	۱۱
(۲)۔ عالم غیب......	۱۳
(۱) ذات باری تعالیٰ پر ایمان اور اس کے تقاضے	۱۳
(۲) عقیدہ رسالت وکتب سماویہ	۱۶
(ب) فرشتے	۱۹
(۴) عقیدۂ آخرت	۱۹
عقیدۂ تقدیر	۲۱
باب دوم	
اصلاح وتہذیب نفس بذریعہ ذکر وعبادت الٰہی	۲۳
(۱)۔ نماز کا قیام	۲۴
۲۔ وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت	۲۷
۳۔ گناہوں کا کفارہ	۲۷
۴۔ فرض نمازوں کی تعداد	۲۸
۵۔ پنجگانہ نمازوں کی خصوصی فضیلت	۲۹
۶۔ باجماعت نماز کا اہتمام	۳۰
۷۔ عورت کی نماز	۳۱
نفل نمازوں کی ادائیگی	۳۱
(الف) مؤکدہ سنتیں	۳۲
(ب) دوسرے نوافل	۳۳
(ج) نماز تہجد	۳۳
(د) نماز تہجد کے فضائل	۳۵
(۹) رمضان المبارک کی راتوں کا قیام	۳۶
(۱۰) اذکار مسنونہ	۳۷
(۲) زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی	۳۸
۱۔ زکوٰۃ کی بروقت ادائیگی کرنا	۴۳
(ب) زکوٰۃ کا نصاب	۴۵
۲۔ صدقہ فطر	۴۶
۳۔ عشر	۴۷
۴۔ معدنیات کا خمس	۴۸

۵۔دوسرے صدقات واجبہ ۴۸
۶۔صدقات فاضلہ ۴۹
۷۔مستحقین زکواۃ ۵۰
(۳)۔نفلی اور فرض روزں کا اہتمام ۵۱
۲۔روزے کے فضائل ۵۳
۳۔نفلی روزے ۵۴
(۴)۔حج بیت اللہ کی ادائیگی ۵۷
۲۔عمرہ ۵۹

باب سوم

تہذیب واصلاح نفس بذریعہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب ۶۱
(۱) کفروشرک سے اجتناب ۶۲
(۲) قتل ناحق سے اجتناب ۶۵
۱۔انسانی قتل کی سزا ۶۶
۲۔ ذمی (اسلامی ملک کے غیر مسلم باشندے) کا قتل بھی کبیرہ گناہ ہے ۶۹
۳۔مسلمان پر اسلحہ اٹھانا ۷۰
۴۔قتل کی دنیوی سزا ۷۱
۵۔خودکشی اور خودکش حملے ۷۲
۶۔خودکشی کرنے والے کا جنازہ ۷۳
(۳)۔قتل اولاد سے اجتناب ۷۴
۱۔اولاد کا قتل ۷۴
۲۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بد کا خاتمہ ۷۵
۳۔مانع حمل ادویات یا آلات کا استعمال ۷۵
(۴)۔زنا (بدکاری) سے اجتناب ۷۶
۲۔احادیث نبویہ میں بدکاری کی ممانعت ۷۸
۳۔ایک جامع حدیث ۸۱
(۵)۔جھوٹی گواہی اور جھوٹ بولنے سے اجتناب ۸۳
۲۔سنت نبویہ ۸۴
۳۔جھوٹی گواہی کی سزا ۸۵
(۶)۔دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے ہتھیانے سے احتراز ۸۶
۲۔ناپ تول میں کمی ۸۸
(ب) اصول عدل کا تقاضا ۸۹
(ج) قوم مدین کا واقعہ ۹۰
(۳) ملاوٹ ذخیرہ اندوزی اور سٹہ بازی ۹۱
(۷)۔والدین کی نافرمانی سے اجتناب ۹۳
(۸)۔فضول خرچی اور اسراف سے اجتناب ۹۵
۲۔ جائز اور مباح کاموں میں بھی فضول خرچی سے احتراز ۹۶
۳۔قیامت کے دن اخراجات کے متعلق بھی باز پرس ہوگی ۹۷
۴۔میانہ روی اور اس کی اہمیت ۹۶
(۹) غرور اور تکبر سے اجتناب ۹۷
۲۔تکبر ظلم کا موجب بھی ہے ۱۰۱

Marfat.com

(۱۰) وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت سے اجتناب ۱۰۲
(ب) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ۱۰۷
(۱۱) فضول گفتگو سے اعراض ۱۰۷
(۱۲) بدگمانی سے اجتناب ۱۱۰
۲۔ کان آنکھ اور دل کے متعلق بھی سوال ہوگا ۱۱۳
•.............•

باب چہارم

باہمی معاملات کی اصلاح ۱۱۷
(۱) والدین کی خدمت واطاعت ۱۱۸
ا۔ حسن سلوک کرنا ۱۲۰
۲۔ تعظیم وتکریم کرنا ۱۲۳
۳۔ والدہ کے حق کا تقدم ۱۲۳
۴۔ والدین کی وفات کے بعد ان کے حقوق کی ادائیگی ۱۲۵
(۲) قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک ۱۲۶
(۱) ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ۱۲۹
(۲) حسن سلوک کرنا ۱۳۰
(۳) ان کے لیے ہمیشہ کلمہ خیر کہنا ۱۳۲
(الف) اہل او عیال کی کفالت کرنا ۱۳۲
۴۔ رشتہ داری ایک دو طرف عمل ہے ۱۳۳
(۳)۔ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا
ب۔ یتیموں کا حق وراثت ۱۳۶
ج۔ یتیم لڑکیوں کا حق میراث ۱۳۷
د۔ یتیم کی کفالت کرنے کی فضیلت ۱۳۹
(۲) مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک ۱۴۰
(۵) بیوگان کی امداد واعانت ۱۴۱
(۶)۔ بزرگوں بڑوں اور اساتذہ کے ساتھ حسن سلوک ۱۴۲
(۷)۔ ہمسائے کے ساتھ حسن معاشرت ۱۴۴
(۸) عام مسلمانوں کے ساتھ حسن معاشرت ۱۴۶
ا۔ عمومی آداب
ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑانا ۱۴۶
۲۔ ایک دوسرے کی جاسوسی اور غیبت کی ممانعت ۱۴۷
۳۔ مسلمانوں کے دوسرے مسلمانوں پر حقوق ۱۴۷
•.............•

باب پنجم

تہذیب واصلاح معاشرہ........... ۱۴۹
امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تین درجے ۱۵۲
عوامی سطح ۱۵۳
سرکاری سطح ۱۵۴
(۲) ہجرت یا ترک وطن کا مرحلہ ۱۵۴
(۳) جہاد فی سبیل اللہ ۱۵۶
صالح امارت کا قیام ۱۵۹
•.............•

Marfat.com

حرف ادراک

حافظ فضل الرحیم
نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور
صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ...... امت کے نام اپنے آخری پیغام میں اس بات پر زور دیا تھا کہ جب تک امت قرآن کریم اور سنت نبویہ پر عامل اور اس پر کاربند رہے گی اور اس سے روشنی اور بصیرت حاصل کرتی رہے گی، وہ گمراہی اور تباہی سے محفوظ رہے گی، اسی لیے...... قرآن وسنۃ سے اکتساب فیض کرنا اور اس کی روشنی سے استفادہ کرنا ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر محمود الحسن عارف قوم کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں، کہ انہوں نے ...... عصری ضرورت کا خیال اور لحاظ رکھتے ہوئے...... ''مؤمن اپنی صفات کے آئینہ میں'' نامی کتاب تیار کی ہے۔ میں نے یہ کتاب جستہ جستہ دیکھی ہے، میرے خیال میں ...... اس کتاب کے مضامین اس کی ترتیب وتدوین، اس کا اسلوب نگارش...... بے حد عمدہ اور خوب صورت ہے۔

دراصل آج کے زمانے میں...... علم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے، بلکہ عمل کی ضرورت...... اس سے بھی کہیں زیادہ ہے، اس لیے کہ عمل سے ہی زندگی بنتی ہے...... اور اپنے عمل کی بنا پر ہی بندہ اپنی جنت بناتا ہے، یا دوزخ...... تعمیر و تشکیل کرتا ہے۔

اس کتاب میں معاشرے کو یہی پیغام دیا گیا ہے، کہ ہمیں ...... سب سے پہلے...... ''صاحب عمل مومن'' بننے کی ضرورت ہے۔

فاضل مؤلف نے جس طرح قرآن وسنۃ کی روشنی میں مؤمن کی صفات کا گلدستہ ترتیب دیا ہے۔ وہ یقیناً قابل ستائش ہے، میرے خیال میں یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع رسانی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(حافظ فضل الرحیم)
جامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل:

ایمانیات

جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں (البقرہ)

عقیدہ اور فکر کسی بھی کام کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، اسی لیے...... ہر مذہب میں...... عقیدہ اور فکر کی اصلاح پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں...... اہل ایمان کی جن اوصاف جمیلہ کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں، عقیدہٗ و فکر سے متعلق درج ذیل امور بھی شامل ہیں۔

ا۔ بن دیکھے ایمان لانا

قرآن کریم میں ہے:

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (۱) وہ لوگ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔

لفظ غیب کا غائب (غیر موجود، غیر حاضر یا پوشیدہ) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے...... لہٰذا...... الغیب یا غیب کے معنی، ''نادیدہ عالم ارواح'' کے ہیں، یعنی ایسی دنیا جو آنکھ یا کسی بھی آلے یا ظاہری ذریعہ کے معلوم نہیں کی جاسکتی،...... اصل میں...... ''غیب کی دنیا'' (پوشیدہ عالم)...... ظاہری یا حاضر دنیا (عالم شہادت) کی ضد ہے...... اور عالم شہادۃ...... یا ''ظاہری دنیا'' سے مراد وہ اشیا ہیں، جنہیں...... ''حواس خمسہ'' کی مدد سے معلوم کیا جاسکتا ہے (۲)۔

ا۔ البقرہ، ۲/۳۔

۲۔ امام راغب الاصفہانی، مفردات القرآن، مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۲۴ھ، ص ۳۷۲۔

مفسرین نے ''عالم غیب'' کی مزید تشریح اس طرح کی ہے، کہ ''غیب'' سے مراد وہ عالم ہے، جسے نہ تو حواس کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا ہو، اور نہ ہی ''وجدان'' کے ذریعے...... اس کی پھر دوصورتیں ہیں...... ایک وہ کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے...... دنیا کو بتایا اور دوسری وہ کہ جس کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی اور شخص کو نہیں بخشا (۳)...... قرآن کریم میں ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (۴)

وہی ہے پوشیدہ باتوں کا جاننے والا، وہ اپنی پوشیدہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ جسے وہ رسالت کے لیے چن لے، تو وہ اس کے آگے اور پیچھے چوکیداری لگا دیتا ہے۔

جبکہ دوسری جگہ ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ (۵)

اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ (۶)

اگر میں غیب کا علم جانتا، تو میں اپنے لیے بھلائی جمع کر لیتا۔

جبکہ ایمان کے معنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کے ہیں...... اس لیے دل کی تصدیق کے بغیر زبان کے اقرار کی...... کوئی حیثیت نہیں، قرآن کریم میں اس قسم

۳۔ قاضی ناصر الدین البیضاوی، تفسیر، طبع فلائشر، ص ۱۶۔

۴۔ الجن، ۷۲/ ۲۶، ۲۷۔

۵۔ الانعام، ۶/ ۵۹۔

۶۔ الاعراف، ۷/ ۱۸۸۔

کے اقرار کو منافقت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا:

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۷)

اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے، کہ منافق جھوٹے ہیں۔

لہٰذا ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتلانے پر، ہر اس بات پر ایمان رکھے، جو اس کی نظروں اور حواس سے تو پوشیدہ ہے، مگر اس کی موجودگی کی گواہی......اللہ تعالیٰ کے رسول نے دی ہے۔

۲۔ عالم غیب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ''غیب'' یا عالم غیب سے کیا مراد ہے......اس کی پوری تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے......اس فہرست میں اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کے ملائکہ، حشر ونشر، جنت، دوزخ، پل صراط، میزان اور عذاب قبر وغیرہ کے امور شامل ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ذات باری تعالیٰ پر ایمان لانا

''غیب'' کی دنیا میں......سب سے مرکزی اور سب سے اہم ذات، اللہ رب العزت کی ہے......جسے......کسی دوربین یا کسی اور ذریعے سے نہ دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی معلوم کیا جا سکتا ہے......اس کی ذات ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے، وہی انسان سمیت تمام دنیا کا خالق ہے......وہی روزی عطا کرنے والا، انسان کی چھوٹی بڑی ضرورتوں کو پوری کرنے والا، اسے نفع اور نقصان پہنچانے والا، اس کی اچھی اور بری قسمت بنانے والا، اور اس پر ہر طرح اور ہر پہلو سے قدرت رکھنے والا ہے۔

اللہ کی ذات پر......عقیدہ اور ایمان رکھنا......اسلام کا بنیادی اور مرکزی عقیدہ ہے......تمام عقائد......اسی پر استوار ہوتے اور اسی سے......تقویت پاتے ہیں۔

۷۔ المنافقون، ۶۳/۱۔

Marfat.com

اللہ کی ذات پر ایمان لانے کا مطلب...... باقی تمام جھوٹے اور باطل معبودوں کی نفی کرنا...... اور تمام صفات الوہیت اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہے...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (۸)

تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لے آئے، اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑی، جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، جو لوگ ایمان لائے اللہ ان کا دوست ہے انہیں اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتی ہے۔

ایمان کا بنیادی کلمہ...... لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... ہے، مطلب یہ ہے کہ معبودیت اور خدائی کی تمام اقسام اور تمام اوصاف اسی کے لیے ثابت کرنا، اور اللہ کی بندگیاور اس کا بندہ ہونے سے عار نہ سمجھنا، اسی لیے ارشاد فرمایا:

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (۹)

مسیح (حضرت عیسیٰ) اس بات سے عار نہیں سمجھتے، کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور نہ مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں) اور جو کوئی اللہ کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے تو اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

نیز یہ کہ ہر قسم کی عبادت اور بندگی کا مستحق صرف اور صرف وہی ہے، اس کے سوا

۸۔ البقرہ،۲/۲۵۶-۲۵۷۔

۹۔ النسآء،۴/۱۷۲۔

Marfat.com

کوئی اور نہیں۔ فرمایا:

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (۱۰)

اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔

پھر صرف عبادت ہی نہیں، بلکہ عبادت کے تمام لوازمات بھی، اللہ رب العزت کے ساتھ مخصوص رکھنا...... بھی...... ''بندۂ مومن'' کی صفات میں شامل ہیں.

مؤمن کو جب کچھ مانگنا ہوتا ہے، تو وہ اسی سے مانگتا ہے، اگر ایک مرتبہ دعا قبول نہ ہو، تو وہ دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ...... اور پھر اسی طرح...... وہ سیکڑوں مرتبہ...... اسی سے مانگتا ہے، مومن کی شان یہ ہے کہ اگر اس کے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے طلب کرتا ہے...... اور حکم یہ ہے کہ پورے عزم، اعتماد اور یقین کے ساتھ مانگا جائے، وہ بار بار مانگنے سے خفا نہیں ہوتا، بلکہ نہ مانگنے سے خفا ہوتا ہے.

ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (۱۱)

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے، کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اور جو لوگ میری عبادت سے خود کو بڑا سمجھتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں خوار ہو کر داخل ہوں گے۔

اسی طرح نذر نیاز، چڑھاوے، قربانی، صدقہ، خیرات، بھینٹ وغیرہ بھی، اسی کے نام پر چڑھائی جائے، مومن تو...... جو کچھ بھی دوسروں کو دیتا ہے، اسی کے نام پر دیتا ہے، وہ جانور ذبح کرتا ہے، تو اسی کے نام پر ذبح کرتا ہے، وہ نذر مانگتا ہے، تو اسی کے نام پر مانگتا ہے، وہ دہائی دیتا ہے، تو اسی کے نام پر دیتا ہے.

۱۰۔ یٰسین، ۳۶/۶۱۔

۱۱۔ مؤمن، ۴۰/۶۰۔

پھر...... یہ عقیدہ بھی بندۂ مومن کی اوصاف کا حصہ ہے، کہ اللہ اس کی رگ جان (شہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہے، وہ اس کی ہر ایک حرکت اور ہر ایک ادا کو دیکھ رہا ہے، بندہ ہر وقت، ہر گھڑی، ہر لمحہ اس کے حضور میں ہے، بلکہ...... اسی کے رحم وکرم پر ہے، وہ اس کے سمیت پوری کائنات کی حفاظت کر رہا ہے، اور دن رات...... کی یہ حفاظت اسے نہ تو تھکاوٹ میں ڈالتی ہے اور نہ ہی اس کے لیے کسی تکلیف کا باعث ہے، وہ ازل سے ہے، ابد تک رہے گا۔

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ خود کو ہر وقت اس کے روبرو محسوس کرے...... ورنہ ...... یہ احساس پیدا کرے، کہ اگر وہ نہیں، تو اللہ تو اسے دیکھ رہا ہے...... ارشاد نبوی ہے:

ان تعبدالله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراک(۱۲)

یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے جیسے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا، تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

الغرض اللہ کی توحید، اس کی یکتائی اور اس کے لیے تمام اچھی اور عمدہ صفات کا اثبات واقرار "عقیدہ ایمان" یا ایمان بالغیب کا مرکزی عقیدہ اور بنیادی نکتہ ہے اور ایمان کے تمام عناصر اسی کے اردگرد گھومتے ہیں۔

۲۔ عقیدہ رسالت وکتب سماویہ

اللہ تعالیٰ نے جب اس کائنات کی تخلیق مکمل کرنے کے بعد، حضرت انسان کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا، تو اسی وقت یہ بھی فیصلہ فرمالیا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی رہنمائی اور انہیں شیطانی اغوا اور بہکاوے سے بچانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجے گا، جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانے اور نیک اعمال انجام دینے کی دعوت دیں گے۔

انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان بھی تھے اور پہلے نبی بھی تھے......

۱۲۔ البخاری، کتاب الایمان (حدیث جبریل)

ان سے سلسلہ نبوت ورسالت کی ابتدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر علاقے میں انبیا اور رسولوں کو لوگوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا...... اور انہیں کتابیں اور صحیفے عطا فرمائے...... انبیاء علیہم السلام کی تعداد کا اصل علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ قرآن کریم میں ۲۵ انبیاء کے نام آئے ہیں، ان میں پانچ اولوالعزم (جلیل القدر) پیغمبر ہیں، یعنی حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام اور ان پر اترنے والی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۱۳)

(مسلمانو!) کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اُس پر اور جو صحیفے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئی ان پر اور جو پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان سب پر (ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی خدائے واحد کے فرماں بردار ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم زمانی اعتبار سے سب کے بعد آئے، لیکن آپ کا درجہ اور رتبہ سب سے زیادہ ہے اور آپ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں، آپ کے بعد کسی بھی ظلی بروزی نبی کی گنجائش نہیں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۱۴)

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔“

۱۳۔ البقرہ،۲/۱۳۶

۱۴۔ الاحزاب،۳۳/۴۰۔

Marfat.com

ایک مسلمان کی حیثیت سے نہ صرف...... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننا ضروری ہے، بلکہ آپؐ جو تعلیمات لیکر آئے یعنی قرآن حکیم اور آپ کی احادیث مبارکہ اس سب کو تسلیم کرنا اور ان کی حقانیت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے...... ارشادِ باری ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (۱۵)

''اور جو (کتابیں) آپ سے پہلے نازل ہوئیں اور جو آپ کی طرف نازل ہوئی، سب پر ایمان لاتے ہیں۔''

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع بھی اسی ایمان کا حصہ ہے، اس لیے کہ رسول بھیجنے کا مقصد...... رسول کی اطاعت کو لازم قرار دینا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، نبی سے گناہ یا غلطی نہیں ہوسکتی، ہر پیغمبر کا ادب واحترام ضروری ہے، یعنی ان کا نام ادب واحترام سے لیا جائے۔

جہاں تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا تعلق ہے، تو آپ ہر مسلمان پر اس کی اپنی ذات سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، لہٰذا مومن آپؐ سے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال اور تمام دنیا سے زیادہ محبت رکھتا ہے، وہ ہر آن اللہ کے بعد آپ کا احسان اپنی گردن پر محسوس کرتا ہے اور جذبہ شکر گزاری اور اپنے درجات کی بلندی کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی آپ کا نام سنے، یا جب بھی اُسے موقع ملے درود بھیجتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس کا درود وسلام سرکار مدینہ کی خدمت میں پہنچایا جاتا ہے اور آپ بہ نفس نفیس اس کا جواب دیتے ہیں۔ مومن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہل بیت، آپ کے صحابہ کرامؓ...... پر بھی درود وسلام بھیجتا ہے اور اپنی دعاؤں میں ان سب مقدس ہستیوں کو یاد رکھتا ہے۔

الغرض عقیدۂ رسالت...... عقیدۂ توحید کے بعد سب سے اہم اور سب سے

۱۵۔ البقرہ، ۲/۴۔

Marfat.com

مرکزی عقیدت ہے۔

(ب) فرشتے:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ بندوں کو منصب رسالت پر مامور فرمایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق پیدا کی ہے، جو انسانوں کو نظر نہیں آتی۔ یہ مخلوق ملائکہ (فرشتے) کہلاتی ہے، فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف کام سونپ رکھے ہیں، چار فرشتے (جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل) بڑے فرشتے ہیں۔ فرشتوں کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہر مسلمان فرشتوں کو موجودگی اور ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف ناموں کے لیے تعیناتی پر یقین رکھتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ(۱۶)

''رسول خدا اُس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی، سب اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔''

(۳) عقیدہ آخرت

اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (البقرہ)

''آخرت'' کے لفظی معنی بعد میں آنے والی زندگی ہے۔ یہ لفظ دنیا (قریب والی زندگی) کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد...... موجودہ زندگی کے خاتمے (موت) کے بعد شروع ہونے والی اور کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔

آخرت کا تصور دنیا کے تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ فراعنۂ مصر کے ہاں

۱۶۔ البقرہ،۲/۲۸۵۔

Marfat.com

ایک مسلمان کی حیثیت سے نہ صرف...... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننا ضروری ہے، بلکہ آپؐ جو تعلیمات لیکر آئے یعنی قرآن حکیم اور آپ کی احادیث مبارکہ اس سب کو تسلیم کرنا اور ان کی حقانیت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے...... ارشادِ باری ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ(۱۵)

''اور جو (کتابیں) آپ سے پہلے نازل ہوئیں اور جو آپ کی طرف نازل ہوئی، سب پر ایمان لاتے ہیں۔''

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع بھی اسی ایمان کا حصہ ہے، اس لیے کہ رسول بھیجنے کا مقصد...... رسول کی اطاعت کو لازم قرار دینا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، نبی سے گناہ یا غلطی نہیں ہوسکتی، ہر پیغمبر کا ادب واحترام ضروری ہے، یعنی ان کا نام ادب واحترام سے لیا جائے۔

جہاں تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا تعلق ہے، تو آپ ہر مسلمان پر اس کی اپنی ذات سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، لہٰذا مؤمن آپؐ سے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال اور تمام دنیا سے زیادہ محبت رکھتا ہے، وہ ہر آن اللہ کے بعد آپ کا احسان اپنی گردن پر محسوس کرتا ہے اور جذبہ شکر گزاری اور اپنے درجات کی بلندی کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی آپ کا نام سنے، یا جب بھی اُسے موقع ملے درود بھیجتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس کا درودوسلام سرکار مدینہ کی خدمت میں پہنچایا جاتا ہے اور آپ بہ نفس نفیس اس کا جواب دیتے ہیں۔ مومن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہل بیت، آپ کے صحابہ کرامؓ...... پر بھی درودوسلام بھیجتا ہے اور اپنی دعاؤں میں ان سب مقدس ہستیوں کو یاد رکھتا ہے۔

الغرض عقیدۂ رسالت...... عقیدۂ توحید کے بعد سب سے اہم اور سب سے

۱۵۔　البقرہ،۲/۴۔

مرکزی عقیدت ہے۔

(ب) فرشتے:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ بندوں کو منصب رسالت پر مامور فرمایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق پیدا کی ہے، جو انسانوں کو نظر نہیں آتی۔ یہ مخلوق ملائکہ (فرشتے) کہلاتی ہے، فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف کام سونپ رکھے ہیں، چار فرشتے (جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل) بڑے فرشتے ہیں۔ فرشتوں کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہر مسلمان فرشتوں کو موجودگی اور ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف ناموں کے لیے تعیناتی پر یقین رکھتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ(۱۶)

''رسول خدا اُس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی، سب اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔''

(۳) عقیدہ آخرت

اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (البقرہ)

''آخرت'' کے لفظی معنی بعد میں آنے والی زندگی ہے۔ یہ لفظ دنیا (قریب والی زندگی) کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد...... موجودہ زندگی کے خاتمے (موت) کے بعد شروع ہونے والی اور کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔

آخرت کا تصور دنیا کے تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ فراعنۂ مصر کے ہاں

۱۶۔ البقرہ، ۲/۲۸۵۔

Marfat.com

بھی آخرت کا عقیدہ اور تصور موجود تھا، لیکن آخرت کے بارے میں جتنا صحیح، مکمل اور سمجھ آنے والا عقیدہ اسلام نے دیا ہے، ایسا عقیدہ کسی اور مذہب میں نہیں ملتا...... عقیدۂ آخرت اسلام کی بنیاد ہے، اسی لیے سورۃ البقرہ میں ہے:

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (۱۷) اور وہ آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔

عقیدہ آخرت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالعمل اور دارالکسب (محنت وعمل کی جگہ) بنایا ہے اور مرنے کے بعد جو زندگی شروع ہوگی وہ دارالجزاء اور دارلثواب ہے، یعنی انسان اس دنیا میں جو کچھ بھی کرے گا، اس کا بدلہ اُسے آنے والی زندگی میں ملے گا...... اچھے کام کرے گا تو اچھا بدلہ عطا ہوگا اور برے کام کرے گا تو برا بدلہ یعنی عذاب ملے گا۔

اسلام نے ہمیں بتلایا ہے کہ عقیدہ آخرت کے بغیر یہ دنیا مکمل نہیں ہوتی، اس لیے کہ اس دنیا میں نہ تو نیک کام کرنے والے کو اس کی نیکی کا پورا پورا بدلہ ملتا ہے اور نہ ہی بدکار کو اس کے گناہ کی پوری پوری سزا ملتی ہے، لہٰذا انسانی عقل کا بھی یہ تقاضا ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی یا کوئی اور جہاں ایسا ہونا چاہیے، جس میں اچھے کاموں کا پورا پورا بدلہ ملے اور بُرے کاموں کی پوری پوری سزا ملے۔

اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت یا قیامت کو پیدا کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ(۱۸)

”اے پیغمبر (ان سے کہہ دو) بھلا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو ان چیزوں (دنیوی

۱۷۔ البقرہ ۲/۴۔

۱۸۔ ال عمران ۳/۱۵۔

Marfat.com

مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے۔ سو جو لوگ پرہیزگار ہیں، ان کے لیے اس کے ہاں باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں (اور سب سے بڑھ کر اللہ کی خوشنودی) اور اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔"

عقیدہ آخرت میں درج ذیل عقائد شامل ہیں:

۱۔ برزخ: (قبر)　اسلام بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں منکر و نکیر بندے سے ابتدائی سوال و جواب کرتے ہیں، پھر بندے کو اس کے اعمال کے مطابق نیک بدلے کی جھلک دکھائی جاتی ہے۔ یا برے بدلے (عذاب) کی۔

۲۔ بعثت: قیامت کا دوسرا صور پھونکنے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور تمام لوگوں کو ایک ہزار سالوں (یا پچاس ہزار سالوں کے برابر) دن میں جمع کرے گا۔

۳۔　حساب و کتاب پھر اللہ تعالیٰ ہر شخص سے، اس نے دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا، اس کا حساب و کتاب لے گا۔

۴۔　جنت یا دوزخ پھر اس حساب و کتاب کے نتیجے میں بندے کو یا تو جنت سے سرفراز کیا جائے گا، یا پھر دوزخ میں ڈالا جائے گا...... اور دونوں طرح کے لوگ ہمیشہ ہمیشہ اس میں پڑے رہیں گے، البتہ مؤمن بالآخر دوزخ سے سزا پانے کے بعد نکال لیے جائیں گے اور صرف کفار اور مشرک دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

الغرض عقیدہ آخرت بھی عقیدہ توحید و رسالت کی طرح اسلام کا بنیادی اور اہم عقیدہ ہے۔

(۴) عقیدۂ تقدیر

اس کے علاوہ اچھی اور بری تقدیر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھنا بھی

ضروری ہے اور اللہ کے مومن بندے ان تمام باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔

اسلام سے پہلے...... دنیا میں...... تقدیر کے متعلق عجیب وغریب تصورات اور نظریات پائے جاتے تھے، لوگ اچھائی کو کسی اور دیوی دیوتا کی طرف اور برائی کو کسی اور باطل معبود کی طرف منسوب کرتے تھے، اسلام نے یہ تصور دیا کہ اچھائی اور برائی دونوں ہی اللہ کی طرف سے آتے ہیں، ارشاد باری ہے:

قل کل من عنداللہ (۱۹)

(اے نبی کہہ دیجیے) سب کچھ (رنج وراحت) اللہ کی طرف سے ہے۔

البتہ برائی یا مصیبت کے آنے میں بعض اوقات انسنا کے اعمال کا دخل ہوتا ہے۔ ان عقائد کی تفصیلات کتب عقائد اور تفاسیر میں ملتی ہیں.

۱۹۔ النساء، ۴/ ۷۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

اصلاح وتہذیب نفس بذریعہ ذکر وعبادت الٰہی

- نماز اور ذکر الٰہی کا قیام
- انفاق فی سبیل اور زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی
- فرض اور نفلی روزوں کا اہتمام
- عمرہ وحج بیت اللہ کی ادائیگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز کا قیام

اور وہ جو نماز قائم کرتے ہیں (البقرہ:۳)

قرآن حکیم میں بندۂ مومن کی جن اوصاف اور جن خصائص کا ذکر بار بار آیا ہے اور انہیں مسلمانوں کی علامت اور نشانی قرار دیا گیا ہے ان میں ''نماز کی ادائیگی'' سرفہرست طور پر شامل ہے، سورۃ المؤمنون میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ. (۱)

''بے شک ایمان والے فلاح پا گئے۔ جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔''

اور کچھ آیات کے بعد دوبارہ فرمایا:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ. (۲)

''اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

جب کہ سورۃ البقرہ میں ...... اقامت صلوٰۃ کو...... مومنوں کا بنیادی وصف قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا:

الَّذِیْنَ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ. (۳) ''اور وہ جو نماز قائم کرتے ہیں۔''

اسی طرح سورۃ الحج میں ''اقامت صلوٰۃ'' کو مسلم معاشرے کا امتیازی وصف قرار دیا، فرمایا:

Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (۴).

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں۔ اور برائی سے منع کریں اور تمام کاموں کے انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

اسی طرح سورۃ المعارج میں ہے:

اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ .(۵)

''جو لوگ نماز کا التزام رکھتے (اور بلاناغہ پڑھتے) ہیں''۔

پھر دوبارہ فرمایا:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ .(۶)

''وہ جو اپنی نمازوں کی خبر رکھتے ہیں۔''

دراصل جس طرح دنیا میں ہر رشتے اور ہر تعلق کا دوسرے رشتہ داروں اور تعلق داروں پر حق ہوتا ہے، اسی طرح اس ہستی اور اس ذات کا بھی ہم پر حق ہے، جس نے ہمیں، ہمارے والدین اور اس خوب صورت کائنات کو پیدا کیا اور اسے رنگوں، پھولوں اور پھلوں سے سجایا...... اس کا حق یہ ہے کہ اسی کو اپنا خالق، اپنا معبود اور اپنا رب مانا جائے اور اسی کی عبادت و بندگی اختیار کی جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (۷).

---

۴) الحج:۲۲/۴۱
۵) المعارج:۷۰/۳۴
۶) المعارج:۲/۲۱
۷) البقرۃ:۲/۲۱

Marfat.com

"اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ تاکہ تم اس کے عذاب سے بچو۔"

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب میں خواہ وہ مواحدنہ مذہب ہو، یا مشرکانہ...... عبادت و پرستش کا کوئی نہ کوئی طریقہ ضرور سکھایا گیا ہے، پھر کائنات ارضی وسماوی کی ہر ایک شے کسی نہ کسی رنگ اور کسی نہ کسی انداز میں ضرور عبادت الٰہی بجالا رہی ہے اور اسلام کی عبادت ایک طرف تو دنیا بھر کے مذاہب کی عبادتوں کی جامع ہے اور دوسری طرف اس میں وہ تمام اطوار اور انداز اپنائے گئے ہیں جو کائنات کی مختلف اشیا نے حق تعالیٰ کے سامنے اظہار عبادت و اظہار بندگی کے لیے اپنا رکھے ہیں: درخت اور تمام نباتات کھڑے ہو کر عبادت الٰہی بجالانے میں مصروف ہے، چنانچہ نماز میں قیام کا تصور اسی کا عملی اظہار ہے، جب کہ تمام حیوانات اور چوپائے...... جھک کر...... عبادت الٰہی انجام دینے میں مصروف ہیں، نماز میں رکوع اسی تصور کی عملی تعبیر ہے، جب کہ بہت سی مخلوق لیٹ کر...... اور زمین کے ساتھ پیوست ہو کر...... عبادت الٰہی بجالا رہی ہے...... نماز کا سجدہ اسی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ الغرض اسلام نے عبادت الٰہی کا جو تصور عطا کیا وہ پوری کائنات کی عبادت کے تصورات سے ماخوذ اور ان سب کا جامع ہے۔ اسی لیے...... نماز کی اہمیت وعظمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے...... چنانچہ جب ایک صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے، تو آپؐ نے فرمایا:

الصلوٰۃ لوقتھا (۸)۔ "اپنے وقت پر نماز ادا کرنا۔"

اور دوسری حدیث مبارکہ میں...... ایمان اور کفر کے مابین "نماز چھوڑنے" کا فرق بیان کیا گیا ہے، فرمایا:

بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ۔ (۹)

---

۸) البخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب ۵، حدیث ۵۲۷؛ مسلم، ۱/۹۰، کتاب الایمان، باب ۳۶، حدیث ۵۸

۹) مسلم، ۱/۸۸، کتاب الایمان، باب ۳۵، حدیث ۸۲ (۱۳۴)

Marfat.com

''بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔''

اور دوسری حدیث میں اسی مضمون کو...... یوں بیان کیا گیا ہے:

''ہم میں اور ان (کفار) میں فرق نماز کا ہے، لہٰذا جس نے نماز کو چھوڑا اس نے کفر کیا۔'' (۱۰)

۔وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر...... ابتداءً دو نمازیں، یعنی فجر اور عصر کی نمازیں فرض کی تھیں...... لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا شرف بخشا تو پہلے پچاس نمازیں فرض کیں، بعد میں امت کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے تخفیف فرما دی اور پانچ رہنے دیں، مگر اسی وقت یہ بھی فرما دیا کہ ''میری بات بدلا نہیں کرتی، دیکھنے میں یہ پانچ ہیں مگر اجر وثواب کے لحاظ سے پچاس (۵۰) ہی ہیں''(۱۱)۔

۳۔گناہوں کا کفارہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمازوں کی فرضیت امت کے لیے شفقت ورحمت کا باعث ہے، اس لیے کہ ان نمازوں کی وجہ سے بندے کے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ۔(۱۲) ''بے شک نیکیاں گناہوں کا ازالہ کر دیتی ہیں۔''

اور ارشاد نبوی ہے:

''پانچوں نمازیں ایک دوسری تک، جمعہ آنے والا جمعہ تک اور رمضان سابقہ رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے، بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔''(۱۳)

---

۱۰) احمد بن حنبل، ۵/۳۴۶؛ الترمذی، ۵/۱۳-۱۴، کتاب الایمان، باب ۹- حدیث ۲۶۲۱۔

۱۱) البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب ۱/۴۵۹، حدیث ۳۴۹

۱۲) ھود: ۱۱/۱۱۴

۱۳) مسلم، ۱/۲۰۹- کتاب الطہارۃ، باب (۵)، حدیث ۲۳۳، (۱۶)

Marfat.com

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے:

''اگر کسی کے گھر کے سامنے سے (صاف شفاف) پانی کی نہر رواں ہو، جس میں وہ پانچ مرتبہ غسل کرے، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں، فرمایا: یہی نماز پنجگانہ کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہ معاف کرتا ہے۔'' (۱۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ فرمایا:

''پانچ نمازوں کے لیے جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے، جس کسی نے اچھی طرح وضو کیا اور انہیں اپنے وقت پر ادا کیا، ان میں رکوع اور خشوع مکمل کیا، تو اللہ تعالیٰ پر یہ عہد ہے کہ وہ اس کی بخشش کرے اور جس نے ایسے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ پر کوئی عہد نہیں: اگر وہ چاہے گا تو اس کی مغفرت کردے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔'' (۱۵)

۴۔فرض نمازوں کی تعداد

قرآن کریم میں اگرچہ کھلے لفظوں میں پانچ نمازوں کا ذکر نہیں ہے، تاہم اس میں اشارات و کنایات میں...... اور احادیث نبویہ میں صاف وصریح لفظوں میں...... پانچ نمازوں کی تعیین صراحت کے ساتھ مذکور ہے، مثال کے طور پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا (۱۶).

''(اے محمد) سورج کے ڈھلنے سے لے کر اندھیری رات تک (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) کی نمازیں ادا کیجیے اور صبح کو قرآن پڑھا کیجیے، کیونکہ صبح (نماز فجر میں قرآن) کا پڑھنا موجب حضوری ہوتا ہے''

---

۱۴) البخاری، ۲/۱۱، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب (۶) حدیث ۵۲۹

۱۵) ابوداؤد، ۱/ ۲۹۵-۲۹۶، کتاب الصلوٰۃ، باب ۹، حدیث ۵۲۵

۱۶) بنی اسرائیل: ۱۷/ ۷۸

Marfat.com

اس طرح دوسری جگہ فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ (۱۷).

''اور دن کے دونوں کناروں پر (فجر، ظہر، عصر اور مغرب) کی نمازیں اور کچھ رات گئے کی نماز (عشا) پڑھا کیجیے۔''

جب کہ نبی اکرم ﷺ نے سیکڑوں احادیث مبارکہ میں پانچ نمازوں کی فرضیت کا ذکر کیا ور ایک مؤمن کی یہ شان بیان کی ہے کہ وہ انہیں مکمل پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔''(۱۸)

۵- پنجگانہ نمازوں کے قیام کی خصوصی فضیلت

ایک حدیث مبارکہ میں...... ایک خاص کیفیت کا ذکر ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوئی، یہ اس وقت ہوا جب آنحضور ﷺ کو...... اللہ تعالیٰ کی کھلی آنکھوں سے زیارت نصیب ہوئی اور باری تعالیٰ نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی...... رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھ دی اور آپؐ کے سامنے ملاے اعلیٰ کے مناظر...... روشن ہو گئے، اس وقت جو باتیں آنحضور ﷺ پر منکشف ہوئیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا:

''اے محمد بتلاؤ ملاے اعلیٰ کے فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: کفارات اور درجات کے بارے میں۔ پوچھا، وہ کیا ہیں...... میں نے کہا: نماز باجماعت کے لیے...... پیدل چل کر جانا، نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا اور مشکل اور ناپسندیدگی کے وقت اچھی طرح (اعضا تک) پانی پہنچا کر وضو کرنا، جو شخص ایسے کرے گا وہ زندہ بھی عمدہ طریقے سے رہے گا اور اس کی موت بھی عمدہ طریقے پر آئے گی اور وہ ایسے ہو جائے گا جیسے کہ وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے پیدا کیا۔'' (۱۹)

---

۱۷) ہود، ۱۱/۱۱۵

۱۸) تفصیل حدیث اور فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

۱۹) احمد بن حنبل، مسند، ۱/۳۶۸، (مسند ابن عباس)، الترمذی، ۵/۳۶۶-۳۹۷، کتاب تفسیر القرآن، باب (۳۹) حدیث ۳۲۳۳-۳۲۳۴، اس روایت کے راوی عبدالرحمٰن بن عائش کی صحابیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور یہ روایت متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے۔

Marfat.com

٦- نماز باجماعت کا اہتمام

نماز کو اگر گھر پر اکیلے ہی ادا کیا جائے تو اسے نماز کی ادائیگی تو کہا جائے گا، لیکن وہ ''اقامت صلوٰۃ'' نہیں ہوگی، جب کہ مسلمان کی اوصاف میں ''اقامت صلوٰۃ'' کا ذکر آتا ہے جو ادائیگی سے مختلف اور اس سے بڑھ کر ہے۔ دراصل انسان فطری طور پر مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اجتماعیت اور مدنیت اس کی رگ رگ میں سرایت کیے ہوئے ہے، اسی لیے اسلام میں انسانی زندگی کے اس اہم ترین اور وقیع ترین پہلو کا خیال رکھا گیا ہے۔ اسی بنا پر باجماعت نماز کے قیام کا قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے، فرمایا:

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (١٩-الف)

''اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ (مل کر)''.

جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''باجماعت نماز، تنہا پڑھی گئی، نماز سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔''

اکثر علماء کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ تاہم بعض ائمہ نے اُسے واجب یعنی ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ کی اس روایت سے باجماعت نماز کا لزوم ثابت ہوتا ہے:

> ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں کسی شخص کو لکڑیاں جمع کرنے کو کہوں۔ پھر میں نماز کے لیے اذان دینے کا حکم دوں اور کسی شخص کو لوگوں کی امامت پر مامور کر کے ایسے لوگوں کے گھروں میں جاؤں جو باجماعت نماز میں شامل نہیں ہوتے اور ان سمیت ان کے گھروں کو جلادوں.''(٢٠)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''کسی بھی شخص کی دوسرے شخص کے ساتھ پڑھی گئی (باجماعت) نماز اکیلے پڑھی گئی نماز سے افضل ہے اور دو افراد (کُل تین) کی نماز ایک آدمی کے ساتھ پڑھی گئی نماز سے اُفضل ہے اور نمازیوں کی جتنی تعداد زیادہ ہوگی، اتنا ہی وہ نماز اللہ کو زیادہ

١٩-الف) البقرہ،٢/٤٣

٢٠) البخاری،٢/١٣١، کتاب الاذان باب (٣٠)، حدیث ٦٤٥

Marfat.com

پسند ہوگی۔"(۲۱)

۷- عورت کی نماز

قرآن کریم میں حضرت مریم کے تذکرے کے ضمن میں ارشاد ہے:

وَ ارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (۲۱-الف)

(اے مریم) تو رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کر۔

چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں تمام نمازوں میں مردوں کے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور خلافت راشدہ میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ تاہم بعد میں حالات کے تبدیل ہوجانے اور مفاسد پھیل جانے کے باعث عورتوں کا باجماعت نماز میں شریک ہونا پسند نہیں کیا گیا۔ تاہم اگر کسی مسجد میں عورتوں کے لیے باپردہ اور علیحدہ انتظام ہو، جیسے کہ حرمین میں ہوتا ہے، تو عورتوں کا مسجد میں آکر باجماعت نماز میں شریک ہونا مناسب ہے۔ ورنہ گھر میں نماز ادا کرلینا درست ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"اپنی عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو اور ان کے اپنے مکانات ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔" (۱۸)

۸- نفل نمازوں کی ادائیگی

اصلاح وتزکیہ نفس کے لیے نوافل کی ادائیگی بھی بے حد اہم ہے۔ عربی زبان میں نفل کے معنی...... "اضافی عمل" کے ہیں اور انفال (نفل کی جمع) کے معنی مال غنیمت کے ہیں۔ گویا...... مسلمان جس طرح جنگ کے دوران، محض رضائے الٰہی کے لیے جنگ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اضافی طور پر مال غنیمت عطا فرمادیتا ہے، اسی طرح "فرض" تو ایک ایسا عمل ہے جس کی تکمیل ہر مسلمان پر ضروری ہے، جب کہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کے ہاں اپنے درجات کی بلندی چاہتا ہے تو اس کے لیے "نوافل"...... کی ادائیگی بے حد ضروری ہے۔

---

۲۱) مسلم، ۱/۴۵۱، کتاب المساجد، باب (۴۲) حدیث ۵٦۱ (۲۵۱) البخاری، ۲/۱۲۵، کتاب الاذان، باب (۲۹، حدیث ٦۴۴، ابوداؤد، ۱/۳۷۵-۳۷٦، کتاب الصلوٰۃ، باب (۴۸) حدیث ۵۵۴۔

۲۱-الف) البقرہ، ۲/۴۳

۲۲) ابوداؤد، ۱/۷٦-۷۷، باب (۵۳) حدیث (۲۱) ۵٦۳۔

Marfat.com

درج ذیل نوافل خصوصی فضیلت اور اہمیت رکھتے ہیں۔

الف) مؤکدہ سنتیں:

اس سے مراد...... بارہ رکعات مسنون نمازیں ہیں، جو دن اور رات میں مختلف نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں...... ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ نقل کرتی ہیں:

"جس کسی نے دن اور رات میں بارہ رکعات نفل ادا کیں، اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کیا جائے گا...... یعنی ظہر کی نماز سے قبل چار اور اس کے بعد دو رکعات، نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد دو دو رکعات اور نماز فجر سے قبل کی دو رکعات"۔ (۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی اس سے ملتی جلتی روایت نقل کی ہے۔ البتہ اس میں یہ صراحت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے اور بعد میں دو دو رکعات پڑھا کرتے تھے...... انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کے بعد کی اور فجر سے پہلے کی دو رکعات اپنے گھر میں ادا کرتے تھے (۲۴)؛ جب کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی نماز ظہر سے قبل چار رکعات پڑھنے کی صراحت کی ہے (۲۵)۔ جبکہ نماز جمعہ کے بعد...... ایک روایت میں دو رکعات اور ایک رکعت میں چار رکعات کا ذکر ہے (۲۶)، لہٰذا افضل یہ ہے کہ ان دونوں روایات کو جمع کر لیا جائے اور پہلے دو اور پھر چار رکعات پڑھی جائیں۔

---

۲۳) مسلم، الصحیح، ۱/۵۰۲-۵۰۳، کتاب صلاۃ المسافرین، باب (۱۵) حدیث ۷۲۸ (۱۰۱)؛ الترمذی، السنن، ۲/۲۷۴، حدیث ۴۱۵۔

۲۴) البخاری، ۳/۸۵، کتاب التہجد، حدیث ۱۱۸؛ مسلم، ۱/۵۰۴، کتاب صلاۃ المسافرین، (باب) (۱۵) حدیث ۷۲۹ (۱۰۴)۔

۲۵) مسلم، ۱/۵۰۴، کتاب صلاۃ المسافرین باب (۱۶) حدیث ۷۳۰ (۱۰۵)

۲۶) البخاری، ۳/۵۹، حدیث ۱۱۸۳، مسلم، ۱/۵۸۳، حدیث ۸۳۸ (۳۰۴)

Marfat.com

(ب) دوسرے نوافل

اسی طرح...... ایک روایت میں نماز عصر سے قبل دو رکعات کے پڑھنے کا اور نماز مغرب کے بعد ایک روایت کی رو سے چھ رکعات اور دوسری کی رُو سے بیس رکعات کے پڑھنے کا ذکر ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے نماز مغرب کے بعد چھ رکعات اس طرح پڑھیں کہ ان کے درمیان کسی سے بھی کلام نہ کیا تو وہ اس کے لیے بارہ برسوں کی عبادت کے مساوی ہوگا.'' (۲۷)

جبکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیس رکعات کے متعلق روایت کرتی ہیں:

''جس شخص نے نماز مغرب کے بعد بیس رکعات ادا کیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا.'' (۲۸)

اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عشاء کے بعد میرے پاس آئے، تو آپ نے چار یا چھ رکعات ضرور ادا کیں (۲۹)۔

(ج) نماز تہجد

نماز تہجد کو رات کی نماز (صلاۃ اللیل) اور قیام اللیل کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اسے مسلمانوں کے اوصاف میں شمار کیا گیا ہے، سورۃ الفرقان میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا . (۳۰)

''اور وہ اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز وادب) سے کھڑے ہو کر راتیں بسر کرتے ہیں۔''

---

۲۷) الترمذی،۲/ ۲۹۸-۲۹۹، کتاب الصلاۃ، باب (۳۲۱)، حدیث ۴۳۵

۲۸) الترمذی،۲/ ۲۹۹، ابواب الصلوٰۃ، باب ۳۲۱، حدیث (۴۳۵)

۲۹) ابوداؤد،۲/ ۱۷، کتاب الصلوٰۃ، باب ۳۰۵، حدیث ۱۳۰۳۔

۳۰) الفرقان: ۲۵/ ۶۴

دوسری جگہ فرمایا:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ o فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o (۳۱)

''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی ذی روح نہیں جانتا، کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔''

سورۃ المزمل سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مسلمانوں پر نماز تہجد کو فرض کیا تھا اور یہ بھی ضروری قرار دیا تھا کہ مسلمان نصف شب کے قریب (کچھ کم یا زیادہ) قیام کریں...... چنانچہ ایک مدت تک اس حکم پر عمل ہوتا رہا، مگر پھر جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گذرا......تو اسے اسی سورۃ کے آخر میں منسوخ کر دیا گیا......اور مسلمانوں پر پہلے دو اور پھر پانچ نمازیں فرض کر دی گئیں۔ تاہم علماء فرماتے ہیں...... کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر...... اس نماز کی ادائیگی آخر تک فرض رہی۔ اسی لیے آپ نے اسے کبھی قضا نہیں کیا، اگر کبھی چھوٹ گئی تو اگلے دن اس کو قضا فرمایا۔ جہاں تک امت کا تعلق ہے تو امت کے لیے یہ نماز ہے تو نفل، مگر اس کا ثواب فرض نمازوں کے برابر ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے متعدد صحابہ کرام سے مروی روایات کے مطابق......آپ نے رات کے وقت ۸- رکعات ادا کیں، لیکن اگر قضا ہوئی تو بارہ رکعات قضا فرمائیں۔

---

۳۱) السجدہ،۳۲/۱۶-۱۷

Marfat.com

د-نماز تہجد کے فضائل

تہجد کی یہ نماز بے حد فضیلت اور بے حد اجر رکھتی ہے، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے، کہتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوجھ جاتے...... آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ آپؐ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ (اگر کوئی ہوں) معاف کر دیئے گئے ہیں۔فرمایا: کیا پھر میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔''(۳۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ رب العزت ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔یہاں تک رات کا آخری پہر رہ جاتا ہے تو اعلان فرماتا ہے:''کوئی ہے، جو مجھ سے مانگے؟ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے؟ میں اس کا سوال اسے عطا کروں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش مانگے؟ میں اس کی بخشش کروں......ایک اور روایت میں ہے کہ یہ بھی ارشاد ہوتا ہے؟ کوئی ہے جو ایسے شخص کو قرض دے، جو نہ تو کبھی فقیر ہوگا اور نہ ہی وہ ظالم ہے؟(۳۳)۔تا آنکہ صبح ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''رات کے وقت ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اگر اس وقت کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی حالت میں، اس کی موافقت کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال ضرور پورا فرماتا ہے اور ایسا ہر رات کو ہوتا ہے۔'' (۳۴)

---

۳۲) البخاری، ۸/۵۸۴، کتاب التفسیر، باب ۴۸، حدیث ۴۸۳۶؛ مسلم، ۴/۲۱۷۱، حدیث ۲۸۱۹ (۷۹)

۳۳) مسلم، ۱/۵۱۲، کتاب صلاۃ المسافرین، باب ۲۴۔

۳۴) البخاری، ۲/۴۱۵، کتاب الجمعہ، باب ۳۷، حدیث ۹۳۵...... مسلم ۱/۵۲۱، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث ۷۵۷(۱۶۶)

اس طرح حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم رات کے قیام کی پابندی کرو، اس لیے کہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت رہی ہے اور وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ، گناہوں کا کفارہ اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ جسم سے بیماری کو دور ہٹانے والی ہے۔''(۳۵)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''بندہ رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اگر تو اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکے تو تجھے ایسا ضرور کرنا چاہیے۔''(۳۶)

الغرض...... نماز تہجد بڑی فضیلت اور بڑی برکت والی نماز ہے اور رحمان کے بندوں کی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہو کر عجز و نیاز بجالاتے ہیں۔

۹۔ رمضان المبارک کی راتوں میں قیام

یوں تو پورے سال ہی تہجد کی نماز کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے۔ تاہم رمضان المبارک کی راتوں میں قیام اللیل کا خصوصی طور پر بے حد اجر وثواب ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

''جس شخص نے رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کمانے کی نیت سے قیام کیا۔ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''(۳۷)

---

۳۵) الترمذی، ۵/۵۵۳، کتاب الدعوات، باب ۱۰۲، حدیث ۳۵۴۹

۳۶) الترمذی، ۵/۵۶۹-۵۷۰، کتاب الدعوات باب ۱۱۹

۳۷) البخاری، ۱/۹۲، کتاب الایمان، باب ۲۷، حدیث ۳۷

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اس کا بے حد پر اہتمام فرماتے تھے...... بعض روایات میں ہے کہ جب رمضان المبارک آتا تو آپ تہہ بند کو کس کر باندھ لیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی نمازِ شب کے لیے جگاتے۔''

ایک سال تو...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ ویں، ۲۵ ویں اور ستائیسویں رات کو قیام فرمایا اور ستائیسویں رات کا قیام اتنا طویل تھا کہ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا خطرہ محسوس ہونے لگا کہ ہماری سحری چھوٹ جائے گی۔''(۳۸)

نماز تراویح کا قیام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد آٹھ رکعات ہی ادا فرماتے تھے، لیکن آپؐ نے جن تین راتوں میں طویل قیام فرمایا، ان دنوں میں آپ نے بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی تھی، اسی لیے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب باجماعت نماز تراویح کا اہتمام شروع ہوا تو بیس رکعات ہی شروع کی گئیں اور ابھی تک حرمین میں بیس رکعات ہی پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔

۱۰- اذکار مسنونہ

تہذیب وتزکیۂ نفس کے لیے شریعت اسلامیہ میں ہر نماز کے بعد اور صبح وشام کے اوقات میں مختلف اذکار اور اوراد بھی تعلیم دیئے گئے ہیں۔ سب سے بڑا ورد اور ذکر تو قرآن کریم کی تلاوت ہے جو ہر مسلمان کو روزانہ کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ استغفار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ) کلمۂ طیبہ، تیسرا کلمہ اور درود شریف کا صبح وشام سو سو مرتبہ ورد کرنا اور ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ (۳۳ مرتبہ)، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (۳۳ مرتبہ) اور اللّٰهُ اَكْبَرُ (۳۴ مرتبہ) کا پڑھنا، نیز آیت الکرسی، استغفار اور دوسری مسنون دعاؤں اور اوراد کی بھی پابندی کرنی چاہیے، اسی طرح کتب حدیث اور کتب فقہ میں دوسرے اوراد واذکار کا ذکر بھی ملتا ہے۔

---

۳۸) احمد، مسند، ۵/۱۶۳، ابوداؤد، ۲/۱۰۵، حدیث ۱۳۷۵، ترمذی، ۳/۱۶۹، حدیث ۸۰۶

Marfat.com

۲- زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی

اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے وہ خرچ کرتے ہیں، (البقرہ)

ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں کھلے دل کے ساتھ، خرچ کرتا ہے، اس لیے کہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ ''راہ خداوندی میں جو مال دیا جاتا ہے، وہی اس کے کام آئے گا اور اس کی آخرت کو سنوارنے کا باعث ہوگا، لیکن بظاہر یہ ایک مشکل کام ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس کے دل میں مال اور اولاد کی محبت پیدا کردی، اور ان دونوں چیزوں کو اس کے لیے ''آزمائش'' اور امتحان بنادیا، فرمایا:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ .(۱)

''بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو تمہارے لیے آزمائش ہیں۔''

اور مال ودولت کی محبت انسان کے رگ وپے میں رچادی، فرمایا:

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۲)

''اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (۳)

''(لوگو!) تم کو (مال کی) بہت سی سے طلب نے غافل کردیا۔''

نیز فرمایا:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ .(۴)

---

۱) التغابن، ۶۴/۱۵
۲) العادیات، ۹۹/۸
۳) التکاثر، ۱۰۲/۱
۴) الحشر، ۵۹/۹

''اور جو کوئی نفس کی لالچ سے بچالیا گیا، تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اسلام نے جہاں دوسری بیماریوں کے مختلف علاج تجویز کیے وہیں اولاد اور مال کی محبت کا بھی مداوا بھی تجویز کیا ہے۔ وہ یہ کہ اُسے غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں کی مدد میں صرف کردیا جائے...... تاکہ اس محبت میں اعتدال آجائے۔

۲۔انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل

قرآن کریم میں مال کی محبت کے علاج کے طور پر جو تجاویز اختیار کی گئیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل اور اس کی برکات پر نظر رکھی جائے، اسی لیے قرآن کریم میں اس موضوع پر بہت سے مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَ اللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ٥ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًی لَّہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ.(۵)

''وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جو سات بالیں اگائے اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کو چاہتا ہے زیادہ عطا کرتا ہے، وہ بڑی کشائش والا، وسعت والا ہے، وہ لوگ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد اس خرچ کا کسی پر احسان رکھتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس تیار ہے اور قیامت کے روز ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوں گے۔''

---

۵) البقرہ،۲/۲۶۱-۲۶۲

Marfat.com

دوسری مثال، مزید فرمایا:

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ .(۶)

''اور وہ لوگ جو اپنا مال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور خلوص نیت سے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو، جب اس پر مینہ پڑے گا تو وہ دوگنا پھل لائے گا، اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

تیسری مثال، فرمایا:

وَ مَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاْ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ.(۷)

''اور جو مال تم سود پر دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں، اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک اس مال میں افزائش نہیں ہوتی اور تم جو زکوٰۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کرتے ہو، تو وہ موجب برکت ہے اور ایسے ہی لوگ اپنے مال کو کئی گنا بڑھاتے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. (۸)

---

۶) البقرہ،۲/۲۶۵

۷) الروم،۳۰/۳۹

۸) البقرۃ،۲/۲۴۵

''کوئی ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے، اس کو کئی گنا زیادہ حصے دے گا اور اللہ ہی روزی تنگ کرتا اور وہی کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے.''

پانچویں مثال، فرمایا:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ.(۹)

''اللہ تعالیٰ سود کو نابود کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔''

اس آیت میں ''ربوا'' (سود) کے لیے گھٹانے کے اور صدقہ کے لیے بڑھانے یا اس کی نشوونما کرنے کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جو اہل علم و دانش کے لیے بہت بڑا پیغام رکھتے ہیں.

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل اور اس کی برکات بیان کی ہیں...... ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''جس شخص نے اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا...... اور اللہ تعالیٰ صرف عمدہ مال قبول کرتا ہے۔'' بے شک اللہ اسے دائیں ہاتھ سے وصول کرتا ہے، پھر اسے اس کے مالک کے لیے بڑھاتا رہتا ہے، جیسے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مہر کو بڑھاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''(۱۰)۔

---

۹) البقرہ، ۲/۲۷۶

۱۰) البخاری، ۳/۲۷۸، کتاب الزکوۃ، باب ۸، حدیث ۱۴۱۰۔

Marfat.com

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

''صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور کسی کو معاف کردینے سے اس کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے......اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور بلندی عطا فرماتا ہے۔''(۱۱)

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اس کی اہمیت کا یوں ذکر آیا ہے:

اتقوا النّار ولو بشق تمرة فان لم تجد فبكلمة طيبة۔ (۱۲)

''جہنم کی آگ سے بچو، خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے عوض ہی ہو، اگر تمہیں وہ نہ ملے تو ایک پاکیزہ جملہ (یا کلمہ) کے ذریعے ہی سے سہی۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں اس کی فضیلت کا یوں ذکر آیا ہے:

''بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو اس طرح ٹھنڈا کرتا ہے جس طرح پانی آگ کو ٹھنڈا کردیتا ہے۔''(۱۳)

ایک اور حدیث مبارکہ میں اس کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

''جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کو بھوک میں کھانا کھلائے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو پیاس میں پانی پلائے تو اللہ تعالیٰ اسے الرحیق المختوم (مہر لگائے ہوئے پرانے مشکیزے) کی شراب پلائے گا۔''(۱۴)

اسی طرح......ایک اور موقع پر لباس پہنانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

۱۱) مسلم، ۴/۲۰۰۱، کتاب البر والصلة، باب (۱۹) حدیث ۲۵۸۸(۶۹)

۱۲) البخاری، ۱۰/ ۴۴۸، کتاب الادب، باب ۳۴، حدیث ۶۰۲۳

۱۳) الترمذی، ۵/۱۱-۱۲، کتاب الایمان، باب (۸) حدیث ۲۶۱۶

۱۴) ابوداؤد، ۲/۳۱۴، کتاب الزکوٰۃ، باب (۴۱) حدیث ۱۶۸۲

Marfat.com

"جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کپڑا پہنائے گا، تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا۔ اس کو عطیہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔"(۱۵)

صدقہ کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتے کو پانی پلانے والی عورت کی بخشش کا ذکر کیا ہے، جبکہ ایک اور عورت نمازی ہونے کے باوجود اس جرم میں مبتلائے عذاب کر دی گئی کہ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا، نہ اس کو چھوڑا کہ وہ خود کھا پی لیتی اور نہ ہی خود اسے کچھ کھانے کو ہی دیا۔(۱۶)

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے درج ذیل مالی واجبات مسلمانوں پر فرض کیے ہیں:

(۱) زکوٰۃ کی بروقت ادائیگی کرنا

اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (المومنون)

مسلمانوں کی جو علامات اور نشانیاں قرآن کریم کا موضوع ہیں، ان میں سے ایک زکوٰۃ کی بروقت ادائیگی کی بھی ہے۔ زکوٰۃ ہر مسلمان پر اس کے مال (یعنی نقد رقم، سونے چاندی کی اشیا بشمول زیورات اور تجارت میں لگائی گئی رقم) پر سال گذرنے کے بعد فرض ہے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی تزکیہ اور طہارت کے ہیں۔ چونکہ زکوٰۃ ادا کرنے سے ایک طرف مسلمان کے دل ودماغ اور خیالات کی تطہیر ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کا مال گندگی اور میل کچیل سے پاک وصاف ہوتا ہے، اس لیے اسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے، زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔

یہ راہ خداوندی میں مال کو خرچ کرنے کی سب سے عمدہ اور سب سے احسن صورت ہے، کہ اسے مال کی زکوٰۃ کے طور پر صرف کیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

۱۵) الترمذی، ۴/۶۵۱-۶۵۲، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۴۱،

۱۶) البخاری، ۶/۳۵۹، کتاب ابداء الخلق، حدیث ۳۳۲۱

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ هُمْ للزكوٰة فاعلون .(۱)

''اور وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔''

دوسری جگہ اہل ایمان کی صفت کے طور پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ .(۲)

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک عمل کرتے، نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ ان کو ان کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوں گے۔''

اسی طرح زکوٰۃ کا حکم کئی مقامات پر بطور حکم الٰہی (Order) کے بھی آیا ہے۔ فرمایا:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ .(۳)

''اور نماز ادا کرو، اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

جب کہ سورۃ التوبہ میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے یہ وعید آئی ہے:

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ط هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ .(۴)

''جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور (کہا جائے گا) کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو جو تم جمع کرتے ہو، اب اس کا مزہ چکھو۔''

اسلام میں زکوٰۃ کا حکم...... نماز کے بعد سب سے مقدم ہے...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو اسلام کی تعلیم دیتے، تو اسی ترتیب کے مطابق اسلام کی تعلیم دیتے...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

۱) المومنون: ۳/۲۳
۲) البقرہ:۲/۲۷۷
۳) البقرہ: ۲/۴۳
۴) التوبۃ:۹/۳۵

Marfat.com

''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج بیت اللہ کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔''(۵)

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے ادائیگی زکوٰۃ پر بیعت لیا کرتے تھے، چنانچہ معروف صحابی حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں:

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔''(۶)

جب کہ حضرت ابوبکرؓ نے اعلان کیا تھا:

''اللہ کی قسم! جس نے زکوٰۃ اور نماز کے درمیان فرق کیا، تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا، بخدا اگر یہ لوگ ایک رسی (دوسری روایت کے مطابق اونٹ کا بچہ) بھی جو یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کرتے تھے، نہیں دیں گے، تو میں ان کے خلاف لڑوں گا۔''(۷)

اسی طرح حضرت معاذؓ بن جبل سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ''یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور کر دے، فرمایا: تو نے بہت بڑی بات پوچھی ہے، البتہ اللہ جسے توفیق دے، اس کے لیے یہ بے حد آسان ہے۔ پھر فرمایا: ''اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان المبارک کے روزے رکھ اور بیت اللہ شریف کا حج کر۔''(۸)

(ب) زکوٰۃ کا نصاب

نفلی صدقات کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ زکوٰۃ کی تعداد اڑھائی فیصد مقرر ہے اور اس کا

---

۵) البخاری، ۱/۴۹، کتاب الایمان، باب ۲، حدیث ۸، مسلم، ۱/۴۵، کتاب الایمان، باب ۵، حدیث ۴۵، (۲۱)

۶) البخاری، ۳/۲۶۷، کتاب الزکوٰۃ، باب ۲، حدیث ۱۴۵۱۔

۷) ایضاً، ۳/۲۶۲، کتاب الزکوٰۃ، باب، حدیث ۱۴۰۰۔

۸) احمد بن حنبل، مسند، ۵/۲۳۱؛ الترمذی، ۵/۱۱-۱۲، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۲۶۱۶

Marfat.com

نصاب سونے میں ساڑھے سات تولہ اور چاندی میں ساڑھے باون تولہ ہے اور کسی شخص کے پاس سونا اور چاندی دونوں موجود ہوں تو ان میں سے چھوٹا یعنی چاندی کا نصاب بنالیا جائے گا اور سونے کی قیمت سے چاندی کا حساب کر کے زکوٰۃ نکالی جائے گی اور اگر کسی کے پاس صرف نقد رقم ہو، تو اس کا نصاب چاندی کے نصاب کا، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی سے موازنہ کیا جائے گا، اور کل رقم میں سے اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی اور جو رقم ''تجارتی کاروبار'' میں لگائی گئی ہو، اس پر بھی زکوٰۃ ضروری ہے۔ زکوٰۃ اگر رمضان المبارک میں ادا کی جائے تو زیادہ بہتر ہے، ورنہ زکوٰۃ کسی بھی مہینے میں دی جا سکتی ہے۔

۲۔ صدقۂ فطر

اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر اپنی طرف سے اور اپنی اولاد کی طرف سے عید الفطر کے دن اس کا وجوب فرمایا ہے۔ تاہم اگر کوئی مسلمان...... اسے رمضان المبارک میں ادا کر دے تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کے طور پر کھجوروں کا ایک صاع (۴ کلو) یا جو کا ایک صاع ہر مسلمان پر واجب کیا ہے، خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا اور حکم دیا ہے کہ اس کی نماز عید کے لیے نکلنے سے قبل ادائیگی کر دی جائے۔''(۹)

ایک دوسری روایت میں ہے:

''صدقۂ فطر گندم کے دو مد (تقریباً دو کلو) ادا کیے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ عید سے ایک یا دو دن قبل ضرورت مندوں کو دے دیا کرتے تھے۔''(۱۰)

اس صدقے کی حکمت یہ ہے کہ غربا اور مساکین بھی مسلمانوں کے ساتھ اس اجتماعی خوشی میں شریک ہو سکیں۔

---

۹) ایضاً، ۳/۳۶۷، کتاب الزکوٰۃ، باب ۷۰، حدیث ۱۵۰۳

۱۰) ایضاً، حدیث ۱۵۱۱

Marfat.com

۳-عشر

جس طرح اللہ تعالیٰ نے...... ایک سال تک بچے ہوئے اور محفوظ مال (سونا چاندی اور نقد رقم) زکوٰۃ واجب کی ہے، اسی طرح جو اشیا زمین سے پیدا ہوتی ہیں ان پر بھی زکوٰۃ فرض کی گئی ہے، جسے عشر کہا جاتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ . (۱۱)

''اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں تم کماتے ہو، اس میں سے اور جو چیزیں ہم تمہارے لیے زمین سے پیدا کرتے ہیں، اس میں سے (راہ خداوندی) میں خرچ کرو۔''

اسی کی پھر دو صورتیں ہیں اگر تو زمین...... کنوئیں یا ٹیوب ویل یا نہری پانی وغیرہ سے سیراب ہوتی ہو تو ایسی صورت میں پیداوار کا بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد (عشرین) فرض ہے اور اگر وہ فصل بارانی ہو تو اس پر دسواں حصہ (عشر یعنی دس فیصد) واجب الادا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''جس زمین کو آسمان اور قدرتی چشمے سیراب کریں یا وہاں پانی کے بغیر فصل اگتی ہو، تو اس پر عشر (دسواں حصہ) ہے اور جسے رہٹ سے سیراب کیا جاتا ہو، اس پر نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔''(۱۲)

اور یہ بھی صراحت کر دی گئی ہے کہ جو فصل اگر پانچ وسق (۱۳) (تقریباً تیس من) سے کم پیدا ہو، تو اس پر عشر نہیں ہے، تاہم چونکہ قرآن کریم میں اس کی حد بندی نہیں کی گئی، اسی لیے

---

۱۱) البقرہ، ۲/۲۶۷

۱۲) البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ۵۵، حدیث ۱۴۸۳

۱۳) حافظ ابن حجرؒ نے وسق کی تشریح ۶۰ صاع سے کی ہے اور ایک صاع چار کلو کا ہوتا ہے (فتح الباری، ۳/۳۱۱) اس طرح پانچ وسق ۱۲۰۰ کیلو یعنی ''تیس من'' غلہ یا فصل قرار پاتی ہے۔

Marfat.com

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پیداوار کم ہو یا زیادہ اس پر عشر نکالنا ضروری ہے۔

عشر کو بھی انہی مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے جہاں زکوٰۃ وصدقہ فطر وغیرہ کو صرف کیا جاسکتا ہے۔(جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے)۔

۴۔معدنیات کا خمس:

اسی طرح جو اشیاء زمین سے نکلتی ہیں جن میں خزانہ اور معدنیات وغیرہ شامل ہیں، شریعت اسلامیہ نے ان پر خمس (۲۰ فیصد) فرض کیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

فی المعدن جبار وفی الرکاز الخمس.(۱۴)

''معدنیات کی وجہ سے کوئی شخص مارا جائے تو اس کا قتل معاف ہے اور زمین سے نکلے ہوئے خزانے پر خمس ہے۔''

امام بخاریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ طریقہ نقل کیا ہے کہ وہ زمین سے برآمد ہونے والے خزانے پر دو سو درہم پر پانچ درہم لیتے تھے...... جب کہ حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر خزانہ کفارے کے علاقے سے ملے، تو اس پر خمس (۲۰ فیصد) ہے اور اگر مسلمانوں کے علاقے سے ملے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔''(۱۵)

۵- دوسرے صدقات واجبہ

اس کے علاوہ بھی شریعت کی طرف سے کچھ صدقات واجب اور ضروری قرار دیئے گئے ہیں، جن میں سے مانی ہوئی نذر...... (مثلاً یہ کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں فلاں شے یا اتنی رقم صدقہ کروں گا)، قسموں کے توڑنے کا کفارہ (دس مساکین کو کھانا کھلانا یا انہیں لباس پہنانا)، کفارۂ ظہار (ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا)، روزہ توڑنے کا کفارہ (ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا) اور بیمار ہونے کی صورت میں روزہ نہ رکھنے پر...... روزے کا فدیہ، شکار کا کفارہ، حج یا عمرے کے

---

۱۴) البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ۶۱۰، (ترجمۃ الباب)

۱۵) ایضاً، کتاب الزکوٰۃ، باب ۶۶۔

احرام کے دوران سرزد ہونے والی کسی غلطی پر، واجب ہونے والی قربانی...... حج کے دنوں میں عمرہ کرنے پر تمتع یا قران کی صورت میں واجب شدہ قربانی وغیرہ کی ادائیگی بھی صدقات واجبہ میں شامل ہیں...... ان تمام امور پر شریعت کی طرف سے مقررہ عمل کوضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے...... اور ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں متعلقہ شخص گنہگار ہوگا، تاوقتیکہ وہ اسے ادا نہ کرے۔

۶۔ صدقات نافلہ (نفلی صدقات)

ان فرض اور واجب صدقات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر حسب ضرورت معاشرہ وسوسائٹی نفلی صدقات بھی عائد کیے ہیں، جن کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہ ایسی صورت میں ضروری ہوجاتے ہیں جب متعلقہ شخص آپ کا قریبی عزیز...... یا بے حد ضرورت مند ہو...... قرآن کریم میں قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے اور اسے ضرورت منداور محتاج کا حصہ باحق قرار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۱۶)

''اور ان کے مالوں میں سوالی اور محروم کا حق ہے۔''

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد احادیث میں انفاق فی سبیل اللہ یا نفلی صدقہ کے اجر وثواب کو بیان کیا ہے (تفصیل پہلے گذر چکی ہے)۔

اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر اپنے قریبی رشتہ داروں پر...... اسے خرچ کیا جائے تو اس پر دوہرا ثواب ملتا ہے۔

۷۔ مستحقین زکوٰۃ:

قرآن کریم میں درج ذیل افراد کو...... مستحقین زکوٰۃ میں شامل کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

۱۶) الذاریت، ۵۱/۱۹

Marfat.com

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ. (۱۷)

''بے شک صدقات (واجبہ) تو فقیروں، مسکینوں، ان صدقات کے کارکنوں، وہ جن کی تالیف قلبی مقصود ہے، غلام آزاد کرانے، قرض داروں، اللہ کی راہ میں (کام کرنے والوں) اور مسافروں کے لیے ہیں...... یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا، فرض ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم رکھنے والا اور حکمت والا ہے۔''

اس آیت کے مطابق درج ذیل افرادزکوٰۃ کے مستحق ہیں:

۱) فقراء (ایسے لوگ جن کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو)۔
۲) مساکین (ایسے افراد جن کے پاس نصاب زکوٰۃ سے کم رقم یا مال موجود ہو)۔
۳) کارکنان زکوٰۃ (جو زکوٰۃ اکٹھی اور تقسیم کرتے ہیں)۔
۴) جن کی تالیف قلب مقصود ہو (مسلمان یا غیر مسلم لیکن باتفاق رائے زکوٰۃ کسی غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی)۔
۵) گردنوں کا چھڑانا (آزادی غلاماں)۔
۶) قرض دار (جو قرض ادانہ کرسکتے ہوں)۔
۷) مسافر اور
۸) اللہ کی راہ میں نکلنے والے (دینی مدارس کے طالب علم اور مجاہدین وغیرہ) (ان کی مزید تفصیل کتب فقہ میں معلوم کی جاسکتی ہے)۔

Marfat.com

(۳) نفلی اور فرض روزوں کا اہتمام

اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں (الاحزاب)

قرآن حکیم میں مسلمانوں کی جن اوصاف کا ذکر بار بار آیا ہے، ان میں ایک صفت روزہ رکھنے کی بھی ہے، سورۃ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ (۱)

''اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں (اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)۔''

عربی زبان میں ''صوم'' کے لفظی معنی کسی کام یا فعل سے رک جانے کے ہیں، جب کہ شریعت میں اس سے مراد...... طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اللہ کے حکم کے تحت اس کی رضا کے لیے کھانے پینے اور نفسانی تقاضوں سے رکنے کے ہیں...... روزہ مکمل طور پر ایک جسمانی عبادت ہے، جس کا مقصد مسلمانوں میں صبر وتحمل اور اللہ سے ڈر کے اوصاف پیدا کرنا ہے...... اسی لیے روزہ ہر شریعت میں فرض کیا گیا ہے، سورۃ البقرہ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (۲)

''مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے، تا کہ تم پرہیزگار بنو۔''

آگے...... یہ صراحت فرمادی کہ رمضان المبارک کے روزے ہر بالغ مرد وزن پر فرض ہیں...... اور انہیں چھوڑنے والا سخت گنہگار ہوگا...... ارشاد ہے:

---

۱) الاحزاب، ۳۳/۳۵

۲) البقرہ، ۲/۱۸۳

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ.(۳)

''رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے، جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا، جو لوگوں کا رہنما ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے، تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو، چاہیے کہ وہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو، یا حالت سفر میں ہو، تو دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر ان کا شمار پورا کرے.''

۲۔ روزے کے فضائل

روزہ...... نماز ہی کی طرح ایک بے حد فضیلت اور اجر و ثواب رکھنے والا عمل ہے...... اس عمل کے ذریعے بندہ اپنے آقا و مولیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

''جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے دروازے...... اور دوسری روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''(۴)

یہ تو اس ماہ مبارک کی فضیلت کا ذکر ہے، جس میں روزے رکھے جاتے ہیں، جب کہ خود روزے کے اجر و ثواب کو یوں بیان کیا گیا ہے، فرمایا:

''جس نے رمضان المبارک کے روزے ایمان اور ثواب کمانے کے لیے رکھے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے رمضان المبارک کی

---

۳) البقرہ،۲/۱۸۵.

۴) البخاری،۴/۱۱۲، کتاب الصوم، باب (۵)، حدیث ۱۸۸۶، مسلم،۱/۷۵۸، کتاب الصوم، باب (۱) حدیث ۱۰۷۹(۲).

Marfat.com

راتوں میں قیام کیا، اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''(۵)

روزے دار کے اجر وثواب کی اہمیت کا اندازہ...... درج ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انسان کا ہر عمل، کئی کئی گنا بڑھایا جاتا ہے یعنی دس گنا سے سات سو گنا تک، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، سوائے روزہ کے، اس لیے کہ وہ صرف میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا، وہ میرے لیے اپنی نفسانی خواہش اور کھانا پینا چھوڑتا ہے...... اور فرمایا: روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطاری کے وقت ہوتی ہے (مراد روزہ کی افطاری ہے، یا پھر عید الفطر کی) اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزے دار کی (بھوک کی وجہ سے معدے سے اٹھنے والی) بو اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے اور روزہ ڈھال ہے، پھر جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ نہ تو گالی گلوچ کرے، نہ شور شرابہ کرے۔ نہ کسی کو برا بھلا کہے، اگر کوئی اس سے لڑنا چاہیے تو وہ کہہ دے، میرا روزہ ہے۔'' (۶)

الغرض...... رمضان المبارک کے روزے بے حد فضیلت رکھتے ہیں اور ایک مسلمان کے طور پر ہر مسلمان مرد اور عورت پر یہ فرض ہے کہ اس ماہ مبارک کے روزے انتہائی خلوص کے ساتھ رکھے اور اس کی راتوں میں قیام کرے۔

البتہ بیمار یا مسافر کو اجازت ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر...... یہ گنتی پوری کرے، لیکن اگر کسی نے دانستہ روزہ نہیں رکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ اس کی تلافی زندگی بھر کے روزے رکھ کر بھی نہیں کرسکتا۔

---

۵) البخاری، ۹۲/۱، کتاب الایمان، باب (۲۸)، حدیث ۳۸، مسلم، ۵۲۴/۱، کتاب ۶ باب ۵، حدیث، ۷۶۰، (۱۷۵).

۶) البخاری، ۱۱۸/۴، کتاب الصوم، باب (۹)، حدیث ۱۹۰۴؛ مسلم، ۸۰۷/۲، کتاب الصیام، باب ۳۰، حدیث ۱۱۵۱ (۱۶۴).

۳۔ نفلی روزے

جس طرح نفلی نماز ادا کرنے سے بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے' اسی طرح نفلی روزے بھی ''قرب الٰہی'' کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ اب شاید آپ کبھی نہیں چھوڑیں گے اور جب نفلی روزے رکھنا چھوڑتے تو ہم کہتے کہ اب شاید کبھی نفلی روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے آپؐ کو رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا...... البتہ شعبان میں بھی کم روزے رکھتے تھے۔''(۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں اور فرض کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔''(۸)

آپ خصوصی طور پر عاشورہ (۱۰ محرم) کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے:

''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ اس دن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں۔ فرمایا: اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو میں نویں محرم کا بھی

---

۱) البخاری، ۴/۲۳، کتاب الصوم، باب ۵۲، حدیث ۱۹۶۹؛ مسلم، ۲/۸۱۰-۸۱۱، کتاب الصیام، حدیث ۱۱۵۶ (۱۷۵).

۲) مسلم، ۲/۸۲۱، کتاب الصیام، باب ۳۹، حدیث ۱۱۶۳، (۲۰۲).

Marfat.com

روزہ رکھوں گا۔‘‘(۹)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عرفہ (۹ ذوالحجہ) کا روزہ ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف کرنے کا ذریعہ ہے اور عاشورہ کا روزہ آنے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔‘‘(۱۰)

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں دنوں کی تعین کے بغیر تین دن کے روزے رکھتے تھے۔‘‘(۱۱)

جبکہ رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے رمضان المبارک کے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو گویا اس نے زندگی بھر (یا سال بھر) کے روزے رکھے۔‘‘(۱۲)

جب کہ پیر اور جمعرات کے دنوں کے روزے کی فضیلت کے متعلق ارشاد نبوی ہے:

’’پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا روزہ ہو۔‘‘(۱۳)

جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر الغفاریؓ سے فرمایا تھا:

’’اگر تو نے ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنا ہو تو تیرہویں، چودھویں اور

---

۹) مسلم، ۲/۷۹۹، کتاب الصیام، حدیث ۱۱۳۴ (۱۳۳)

۱۰) مسلم، ۲/۸۱۸، کتاب الصیام، باب ۳۶، حدیث ۱۱۶۲ (۹۶)

۱۱) مسلم، ۲/۸۱۸، حدیث ۱۱۶۰ (۱۹۴)

۱۲) مسلم، ۲/۸۱۲، کتاب الصیام، حدیث ۱۱۶۴ (۲۴)

۱۳) الترمذی، ۳/۱۲۲، کتاب الصوم، باب ۴۴، حدیث ۷۴۷

Marfat.com

پندرہویں تاریخوں کا روزہ رکھو۔''(۱۴)

مختصر یہ کہ: رمضان المبارک کے علاوہ درج ذیل دنوں (تاریخوں) کے روزے مسنون یا نفل ہیں.

الف) شوال المکرّم کے چھ.

ج) ذوالحجہ کا ایک (نو-ذوالحجہ، یوم عرفہ).

د) محرم کا ایک......(۱۰-محرم).

ھ) شعبان المعظم کا ایک (۱۵ شعبان).

و) ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں اور

ز) پیر اور جمعرات کے روزے.

یاد رہے کہ نفلی روزہ رکھنے کے بھی وہی احکام ہیں جو رمضان المبارک کے روزوں کے ہیں......البتہ نفلی روزہ بغیر عذر کے بھی کھولا جا سکتا ہے.

---

۱۴) احمد، ۵/۱۵۰، الترمذی، ۳/۱۳۴، کتاب الصوم، باب ۵۴، حدیث ۷۶۱

(۴) حج بیت اللہ اور عمرے کی ادائیگی

''اور اللہ کے لیے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا ہے''۔ (النساء)

وہ فرض اعمال جن کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی، ان میں سے ایک بیت اللہ شریف کا حج بھی ہے، قرآن کریم دوسرے فرض اعمال کے ساتھ، حج بیت اللہ کی ادائیگی پر بھی زور دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝ فِيۡهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ وَ مَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا وَ مَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ.(۱)

''پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے، جو مکہ میں ہے۔ بابرکت اور تمام جہانوں کے لیے موجب ہدایت ہے، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا اس نے امن پالیا اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے، وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا، تو اللہ تعالیٰ تمام اہل جہان سے بے نیاز ہے''۔

حج بیت اللہ...... عبادت کے بدنی اور مالی دونوں طریقوں کا جامع ہے۔ اس میں جسمانی مشقت بھی ہے اور مالی مشقت بھی ہے...... تاہم بدنی مشقت پر مالی عبادت غالب ہے۔ اس لیے اس کے فرض ہونے کی شرط یہ ہے کہ بندے کے پاس مالی استطاعت ہو، چنانچہ

---

۱) آل عمران، ۳/۹۶-۹۷

احادیث میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص زادِ راہ اور ایسی سواری رکھتا ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے، مگر وہ حج نہ کرے، تو اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں، خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (پھر آپؐ نے آل عمران کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی)''(۲)

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ارکان اسلام کی تبلیغ کی تو چوتھے رکن کے طور پر حج بیت اللہ کا ضرور ذکر کیا۔ (۳)

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کر دیا ہے، لہٰذا تم حج کرو، ایک شخص نے (دوسری روایت کے مطابق اقرعؓ بن حابس التمیمی) نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ اس نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا، بعد ازاں آپؐ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تم پر تو حج ہر سال فرض ہو جاتا جس کی تمہیں طاقت نہ ہوتی۔''(۴)

جہاں تک حج کی فضیلت اور انسانی زندگی میں اس کی اہمیت کا تعلق ہے تو آپ نے فرمایا:

من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه. (۵)

''جس نے حج کیا اور کوئی غلط بات کی اور نہ کوئی گناہ والا کام کیا تو وہ اس حالت میں واپس آئے گا جیسے کہ وہ اس دن تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''

---

۲) الترمذی، ۳/۱۷۶، کتاب الحج، باب (۳)، حدیث ۸۱۲

۳) دیکھیے، البخاری، کتاب الایمان۔

۴) البخاری، ۱/۷۷، کتاب الایمان، باب ۱۸، حدیث ۲۶، مسلم، ۱/۸۸، کتاب الایمان، باب ۳۶، حدیث ۸۳،

۵) البخاری، ۳/۳۸۲، کتاب الحج، باب (۴)، حدیث ۱۵۲۱

Marfat.com

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک گناہوں کا کفارہ ہے اور مقبول حج کا بدلہ تو جنت کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔''(٦)

الغرض حج بیت اللہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، اس کے مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گہرائی پیدا کرنے کے ساتھ، امت میں اجتماعیت اور مرکزیت پیدا کرنا ہے۔ حج بیت اللہ کے موقع پر دنیا بھر کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کے مسائل سے واقف وآگاہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد اور ان سے تعاون کرتے ہیں، اس طرح اسلامی دنیا ایک مرکزیت اور وحدت کی طرف بڑھتی ہے.

۲-عمرہ

حج بیت اللہ فرض ہے، جب کہ عمرہ، جسے چھوٹا حج (حج اصغر) بھی کہا جاتا ہے، مسنون ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا بھی ویسے ہی اہتمام فرمایا، جس طرح کہ حج کا اہتمام کیا جاتا ہے.

رمضان المبارک کا عمرہ حج بیت اللہ کے برابر اجر وثواب رکھتا ہے......ارشاد نبوی ہے:

ان عمرة فی رمضان تعدل حجة. (٧)

''رمضان المبارک کا عمرہ حج بیت اللہ کے برابر ہے۔''

جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرے کو دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے.(٨)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے......ہجرت کے بعد چار عمرے ادا کیے۔ ان میں سے تین

---

٦) البخاری، ۳/۶۳، کتاب العمدہ، باب ۴، حدیث ۱۸۷۲ء

٧) البخاری، ۳/۶۳، کتاب العمرہ، باب ۴، حدیث ۱۷۸۳؛ مسلم ۲/۹۱۷، باب (۴)، حدیث ۱۲۵۶(۲۲۱)

٨) البخاری، ۳/۳۸۲، کتاب الحج، حدیث ۱۵۲۱

Marfat.com

عمرے ذوالقعدہ میں کیے......یعنی ٦ ھ صلح حدیبیہ والے سال کا عمرہ (جو مکمل نہ ہوسکا) آئندہ سال اسی موسم میں کیا گیا عمرہ......فتح مکہ کے بعد، جعرّانہ والا عمرہ......اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا(٩)

تاہم احرام خواہ عمرہ کا ہو یا حج کا اس کے احکام وہی ہیں، جو حج بیت اللہ کے ہیں، حج اور عمرہ کے اختتام پر (یا شروع میں، جیسا کہ ممکن ہو) مدینہ منورہ میں روضۂ اطہر پر حاضری دینا بھی......صحابہ کرام اور امت کے متواتر عمل سے ثابت ہے۔

---

٩) البخاری، ٣/٦٠٠، کتاب العمرہ باب (٣)، حدیث ١٧٨١

Marfat.com

باب سوم

تہذیب و اصلاح نفس

بذریعہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب

① کفر و شرک سے اجتناب: ② قتل ناحق سے اجتناب

③ قتل اولاد سے اجتناب: ④ زنا (بدکاری) سے اجتناب

⑤ جھوٹی گواہی اور جھوٹ بولنے سے اجتناب

⑥ دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے ہتھیانے سے اجتناب

⑦ والدین کی نافرمانی سے اجتناب: ⑧ فضول خرچی اور اسراف سے اجتناب

⑨ غرور و تکبر سے اجتناب: ⑩ وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت سے اجتناب

⑪ فضول گفتگو سے اعراض: ⑫ بدگمانی سے احتراز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

① کفر و شرک سے اجتناب

اور وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں بناتے...... (الفرقان)

قرآن کریم اور احادیث نبویہؐ میں...... مومن بندوں کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں، ان میں سے...... ایک وصف یہ ہے، کہ فرمایا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ (۱)

اور (رحمان کے بندے وہ ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔

اور دوسری جگہ...... حکم (امر) کے انداز میں فرمایا:

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (۲)

پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

نیز فرمایا:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۳)

پس تم کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔

دراصل کفر و شرک...... عقیدۂ توحید کی نفی ہے، یعنی یہ کہ...... بندہ...... اللہ کے ساتھ، کسی اور کو بھی، اس کی ذات یا اس کی صفات میں شریک گرداننے لگ جائے یا اس کا انکار کر دے۔

قرآن کریم میں دو مقامات پر اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو

---

(۱) الفرقان، ۶۸/۲۵۔

(۲) الجن، ۱۸/۷۲۔

(۳) البقرہ، ۲۲/۲۔

Marfat.com

معاف نہیں کرے گا...... اوراس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف فرماوے گا، ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (۱)

اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا، کہ کسی کو اس کا شریک کیا جائے، اوراس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا، وہ راستے سے دور جا پڑا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت یوں فرمائی ہے:

كل ذنب عسى الله ان يغفره الا من مات مشركاً او من يقتل مومناً متعمداً...... (۲)

ہر گناہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے، سوائے اس شخص کے، جو حالت شرک میں مرا، یا جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا۔ (۳)

اور بے شمار احادیث میں اللہ کے ساتھ شرک کرنے کو کبیرہ گناہوں میں شامل کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے:

''ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ کونسا گناہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، حالانکہ اسی نے آپ کو پیدا کیا ہے، پوچھا، پھر کونسا، فرمایا، یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خیال سے مار ڈالے، کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی...... الیٰ آخرہ''(۴)

ایک اور حدیث مبارکہ میں...... کبیرہ گناہوں کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

---

(۱) النساء، ۴/۱۱۶۔

(۲) ابوداؤد، ۴/۴۶۳، حدیث ۴۲۷۔

(۳) ایضاً، ۴/۴۸۔

(۴) البخاری، ۱۲/۱۸۷، کتاب الدیات، باب (۱)، حدیث ۶۸۶۱؛ مسلم، ۱/۹۱، کتاب الایمان، باب (۳۷)، حدیث ۸۶ (۱۴۲)۔

''کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی، کسی انسانی جان کو ہلاک کرنا......اور جان بوجھ کر کھائی ہوئی جھوٹی قسم ہے۔(۱)''

جبکہ ایک دوسری حدیث میں درج ذیل اعمال کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے:

''ان سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو: اللہ کے شرک کرنا، جادو کرنا، کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہے، قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا، پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔(۲)''

''شرک'' کے لفظی معنی ہیں ''اللہ کا ساجھی یا حصہ دار ٹھہرانا''یعنی وہ باتیں اور وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں، ان میں کوئی بھی وصف میں غیر اللہ کو حصہ دار یا ساجھی (Partner) قرار دینا۔

شرک بنیادی طور پر ''عقیدے'' کا نام ہے، یعنی کسی بھی غیر اللہ کے لیے......کوئی ایسا وصف ثابت کرنا جو اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہو، تاہم اگر کسی کا عقیدہ صحیح ہو اور وہ کوئی شرکیہ عمل کرے، تو ایسا کرنا بھی بہت سخت گناہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

شرک کی مذمت کرتے ہوئے قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لے لیا، تو وہ جانور حرام ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر کسی جانور کو غیر اللہ کے نام سے......منسوب کر دیا، کہ یہ جانور فلاں ہستی کی رضامندی کے لیے وقف ہے، تو اس جانور کی قربانی بھی حرام ہو جاتی ہے۔

شرک کی ابتدا بدعات سے ہوتی ہے، اسی لیے...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعات سے بھی منع کیا ہے...... بدعۃ کے معنی...... دین میں ایجاد کردہ کسی عمل یا فعل کے ہیں، یعنی ایسا عمل یا فعل جو نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے کیا، اس عمل کو ثواب سمجھ کر کرنا...... بدعت ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔

---

(۱) البخاری، ۲۶۱/۵، کتاب الشہادات، باب ۱۰، حدیث ۲۶۵۳۔

(۲) البخاری، ۵۹۳/۵، کتاب الوصایا، باب (۲۳)، حدیث ۲۷۶۶؛ مسلم، ۹۲/۱، کتاب الایمان، باب ۳۸، حدیث ۸۹۔

② قتل ناحق سے اجتناب

حق تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی جن صفات عالیہ کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے ایک وصف یہ ہے، کہ فرمایا:

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (۱)

اور وہ کسی ایسی جان کو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، قتل نہیں کرتے، سوائے حق کے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (۲).

اور جس جاندار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرو، مگر جائز طور پر (یعنی بفتوی شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے کہ وہ (ظالم قاتل سے بدلہ لے) تو اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے۔ کہ وہ منصور (فتحیاب) ہے۔

زمانہ جاہلیت میں...... انسانی قتل کو ایک معمولی سا فعل تصور کیا جاتا تھا اور بعض اوقات ایک شخص کے قتل کی پاداش میں سیکڑوں بے گناہوں کو خون میں نہلا دیا جاتا تھا، سرزمین عرب کی اکثر لڑائیاں کسی ایک انسانی جان کی ہلاکت سے شروع ہوئیں اور بیسیوں برس تک جاری رہیں، مگر...... انتقام کی آگ تھی کہ ٹھنڈا ہونے کا نام نہ لیتی تھی، اسی لیے اسلام نے انسانی قتل کو...... انتہائی سنگین جرم قرار دیا اور ایک انسان کے قتل اور اس کی

(۱) الفرقان، ۶۸/۲۵۔

(۲) الاسراء، ۳۳/۱۷۔

Marfat.com

ہلاکت کو پوری انسانیت کے قتل اور اس کی ہلاکت سے تعبیر کیا ہے، ارشاد ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ط وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (۱)

اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔

۱۔ انسانی قتل کی سزا

قرآن کریم چونکہ انسانی جان کی عزت وتکریم پر بے حد زور دیتا ہے، اسی لیے ناحق انسانی قتل پر بھیانک ترین پانچ سزاؤں کا اعلان کیا گیا، فرمایا:

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا (۲)۔

اور جو شخص (کسی) مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا، تو اس کی سزا (۱) دوزخ ہے (۲) جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور (۳) اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور (۴) اس پر لعنت کرے گا اور (۵) ایسے شخص کے لیے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی، اس کی سخت ترین الفاظ میں ممانعت آئی ہے، جیسا کہ اوپر حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں گذر چکا ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان کے ناحق قتل کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کے لیے سورہ الفرقان کی یہ آیت نازل

---

(۱) المائدہ، ۳۲/۵۔

(۲) النساء، ۹۳/۴۔

Marfat.com

فرمائی:

وَلاَ يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلاَ يَزْنُوْنَ(١)

اور وہ کسی ایسی جان کو، جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ٹھہرایا ہے قتل نہیں کرتے اور نہ ہی وہ زنا کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لن يزال المؤمن فى سعة من دينه مالم يصيب دماً حراماً (٢)۔

مومن اپنے دین کی وسعتوں میں سے کسی ایک میں رہتا ہے، جب تک وہ کسی شخص کو ناحق قتل نہ کرے۔

اسی طرح انہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

''ہلاکت کے ایسے مقامات میں سے کہ اگر کوئی شخص ان میں گر جائے تو وہ اس سے باہر نہ نکل سکے، کسی محترم جان کو بغیر وجہ کے ہلاک کرنا ہے'' (٣)۔

اللہ تعالیٰ کو انسانی قتل کسی صورت میں بھی گوارہ نہیں کیا......حتیٰ کہ اگر غلطی سے بھی ایسا ہوا ہو، تو اسلام نے اس پر بھی سخت سزا (دیت) رکھی ہے......مروی ہے

آنحضور ﷺ نے معروف صحابی حضرت خالدؓ بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، تاکہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں، مگر انہیں اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ کس طرح اپنے اسلام کا اظہار کریں، چنانچہ انہوں نے بجائے اس کے کہ وہ کہتے: ''ہم اسلام لے آئے''، یہ کہنا شروع کردیا: صبانا صبانا (ہم ستارہ پرست ہوگئے)، چونکہ صابئ (ستارہ پرست) لوگ کافر تھے، اس لیے حضرت خالدؓ بن ولید نے انہیں کافر سمجھ کر قتل کرنا شروع کردیا، جب انہیں ان کی بات کی سمجھ آئی تو اس وقت تک کافی

---

(١) الفرقان، ٢٥/ ٦٨۔

(٢) البخاری، ١٢/ ١٨٧، کتاب الدیات، باب ١، حدیث ٦٨٦٢۔

(٣) البخاری، ١٢/ ١٨٧، کتاب ٨٧، باب ١، حدیث ٦٨٦٣۔

لوگ قتل ہو گئے تھے...... آنحضور ﷺ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا، تو آپ نے اپنے ہاتھ کھڑے کیے اور فرمایا: اللھم انی أبرأ الیک مما صنع خالد (اے اللہ میں خالد کے عمل سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں)۔

اس کے بعد...... آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان کے ہاں بھیجا، تا کہ وہ ان کے مقتولوں کی دیت اور ان کے تباہ ہونے والے مکانوں کا معاوضہ ادا کریں۔(۱)

جس سے واضح ہوتا ہے، کہ اسلام میں انسانی جان کی کس قدر عزت وحرمت ہے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر...... حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا، جس نے...... اسلام قبول کر لیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے جب ان سے اس کے متعلق باز پرس کی اور فرمایا: اے اسامہ کیا تو نے اسے کلمہ طیبہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ اس نے اپنے قتل کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا، آپؐ نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ پھر آپ نے اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا(۲)۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس وقت کیا کرے گا، جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ...... آئے گا؟ آپ نے یہ بات کئی مرتبہ فرمائی......

ایک اور موقع پر...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''دنیا کا اپنی جگہ سے ٹل جانا ایک مسلمان کے قتل سے زیادہ آسان اور سہل ہے(۳)۔

دوسری حدیث میں ہے، کہ آپ نے فرمایا:

اگر آسمان اور زمین کے تمام لوگ کسی مسلمان کے قتل میں شریک ہوں، تو اللہ تعالیٰ ان

---

(۱) طبقات ابن سعد۔

(۲) البخاری، ۱۲/۱۹۱-۱۹۲، کتاب الدیات، حدیث ۶۸۷۲؛ مسلم، ۱/۹۶-۹۷، حدیث ۱۵۸-۱۵۹۔

(۳) الترمذی، ۴/۱۶، کتاب الدیات، حدیث ۱۳۹۵۔

Marfat.com

سب کو جہنم میں ڈال دے گا (۱)۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر مسلمان کی جان، اس کی عزت اور اس کا مال...... اللہ تعالیٰ کی نظر میں محترم ہے...... اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے سوا کسی شخص کی جان لینے کی اجازت نہیں ہے...... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ہر اس مسلمان کی جان محترم ہے، جس نے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور درج ذیل تین صورتوں کے سوا اس کی جان لینا جائز نہیں ہے: (۱) جان کے بدلے جان (۲) شادی شدہ ہو کر...... زنا کرے اور زنا کا ثبوت مل جائے؛ (۳) اور جو اپنے دین کو چھوڑ دے اور اپنی جماعت سے الگ ہو جائے (۲)۔
>
> پھر ان تمام صورتوں میں بھی سزا دینے کا حق...... حکومت اور ریاست کا ہے اور کسی بھی عام شہری کے لیے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے، بعض روایات میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا: لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض (۳) (تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دو)۔

۲۔ ذمی (اسلامی ملک کے غیر مسلم باشندے) کا قتل بھی کبیرہ گناہ ہے

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، کہ آپ فرما رہے تھے:

> "سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی انسان کو قتل کرنا، ماں باپ

(۱) الترمذی، ۴/ ۱۷، حدیث ۱۳، کتاب الدیات۔

(۲) البخاری، کتاب الدیات، باب ۶، حدیث ۶۸۷۸۔

(۳) البخاری، ۱۲/ ۱۹۱، کتاب الدیات، باب ۲، حدیث ۶۷، ۶۸۔

Marfat.com

کی نافرمانی اور جھوٹ بولنا ہے...... یا فرمایا: اور جھوٹی گواہی دینا ہے'' (۱)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے کسی ذمی (ایسا غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں قانونی طور پر رہائش پذیر ہو) شخص کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جائے گی (۲)۔

۳۔ مسلمان پر اسلحہ اٹھانا

مسلمان کو قتل کرنا تو دور کی بات ہے اسلام کسی مسلمان پر اسلحہ اٹھانے اور اسے دھمکانے کی بھی اجازت نہیں دیتا...... ارشاد نبوی ہے:

من حمل علینا السلاح فلیس منا (۳)۔

جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا (یا اسلحہ لہرایا) وہ ہم میں سے نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنے کی نیت سے اس پر حملہ کرنا بھی سنگین جرم ہے، اس کا مزید اندازہ درج ذیل روایت سے ہوتا ہے۔

حضرت احنف بن قیس سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کی مدد کے لیے جارہا تھا کہ مجھ سے حضرت ابوبکرہؓ ملے، انہوں نے پوچھا: کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟ میں نے بتایا کہ میں حضرت علیؓ کی مدد کے لیے جارہا ہوں، انہوں نے کہا کہ آپ واپس چلے جائیں، اس لیے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ یہ فرمارہے تھے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر ایک دوسرے سے لڑیں گے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ یہ تو قاتل ہے...... مقتول کا کیا گناہ تھا؟ فرمایا کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ

---

(۱) البخاری، کتاب الدیات، ۸۷، حدیث ۶۸۷۱۔

(۲) مسلم، ۱/ ۹۶-۹۷، حدیث (۹۶/۱۵۹)۔

(۳) البخاری، ۱۲/ ۱۹۲، حدیث ۶۸۸۴۔

Marfat.com

(یا حرص) رکھتا تھا (۱)۔

۴۔ قتل عمد کی دنیوی

قتل چونکہ ایک سنگین جرم اور خوفناک واردات ہے، اور قاتل نے...... اللہ تعالیٰ کی ......سب سے محترم مخلوق کو...... بلاوجہ خون میں نہلایا ہے، اسی لیے...... اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں جان کے بدلے جان کے اصول پر قصاص فرض کیا ہے، قرآن کریم میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ (۲).

مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرار داد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بھی) کرنا اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۳).

اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور

(۱) البخاری، کتاب الدیات ۱۲/۱۹۳، حدیث ۶۸۷۴۔

(۲) البقرۃ، ۲/۱۷۸۔

(۳) المائدہ، ۴۵۔

Marfat.com

آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کردے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔

حتیٰ کہ اگر ایک پوری بستی کسی قتل میں شریک ہو، تو اس کے قصاص میں تمام لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

۵۔ خودکشی اور خودکش حملے

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی جان بے حد محترم ہے...... یہ جان اللہ تعالیٰ ہی نے انسانی جسم میں ڈالی ہے، وہی اس کو نکالنے کا حق رکھتا ہے...... حتی کہ کسی انسان کو خود بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی جان کو تلف کرے...... چنانچہ خودکشی کرنا اسلام میں حرام ہے، قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (۱).

اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے.

نبی اکرم ﷺ نے سختی سے خودکشی کی ممانعت فرمائی ہے...... حضرت ثابت بن الضحاک سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من حلف بملة غير الاسلام كاذباً متعمداً فهو كما قال ومن قتل نفسه بحديدة عب به في نار جهنم (۲)۔

جس نے اسلام کے سوا کسی اور ملت کی دانستہ جھوٹی قسم کھائی تو وہ ویسے ہی ہوگا جیسے کہ اس نے کہا اور جس نے اپنے آپ کسی لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا تو اسے جہنم اسی ہتھیار سے عذاب دیا جائے گا۔

---

(۱) النساء، ۴/ ۲۹۔

(۲) البخاری، ۳/ ۲۲۶) کتاب ۲۳، باب ۸۳، حدیث، ۱۳۶۳۔

اسی طرح حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ایک شخص کو زخم لگ گیا، تو اس نے خود کو ماڈالا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا بندہ میرے پاس جلدی آ گیا ہے میں اس پر جنت حرام کرتا ہوں (۱)۔

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک نقل ہوا ہے:

''جو شخص اپنا گلا گھونٹتا ہے، وہ گویا اپنا گلا جہنم میں گھونٹ رہا ہے، اور جو کوئی اپنے آپ کو نیزہ یا زخم لگاتا ہے، وہ گویا اپنے آپ کو جہنم میں نیزہ مارتا ہے یا زخم لگاتا ہے (۲)۔

۶۔ خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھنا یا اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا

امام مالکؒ نے ...... یہ روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان قاتل النفس لا تقبل توبته (۳)

خودکشی کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

اس طرح صحیح مسلم سمیت تمام اصحاب سنن یہ روایت نقل کی ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے ایک پھل والے تیر کے ساتھ خودکشی کی تھی، تو آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی (۴)۔

چنانچہ یہ عمل خود جائز نہیں ہے لہذا اس عمل کے ذریعے...... دوسرے مسلمانوں کو قتل کرنا بذات خود کتنا بڑا جرم ہوگا، اس کا اندازہ خود کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کے برے نتائج سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

---

(۱) البخاری، ۳/ ۲۲۷، کتاب الجنائز، حدیث ۱۲۶۴۔

(۲) البخاری، ۳/ ۲۲۷، حدیث ۱۳۶۵۔

(۳) ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ۳/ ۲۲۷۔

(۴) فتح الباری، ۳/ ۲۲۷۔

Marfat.com

③ قتل اولاد سے اجتناب

اہل ایمان کی جن پاکیزہ صفات کو قرآن حکیم نے موضوع بنایا ہے ان میں اولاد کے قتل سے اجتناب بھی شامل ہے؛ ارشاد باری ہے:

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (۱).

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو (کیونکہ) ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں......بعض لوگ اس گمان سے، کہ انہیں اپنی اولاد کے، بڑے ہونے کے بعد ان کے اخراجات برداشت کرنا پڑیں گے، انہیں بچپن ہی میں یا ولادت کے متصل بعد ہی ہلاک کر دیتے تھے، اسی لیے قرآن کریم میں......اس رسم بد سے بار بار منع کیا گیا اور اس بات کی وضاحت کی گئی کہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو کھلانا اور انہیں روزی پہنچانا...... تمہارا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ کہ تم اپنی روزی اپنے ہمراہ لیکر نہیں آئے تھے، بلکہ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی نے روزی عطا کی ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کو یہ ہدایت کی گئی، کہ آپ...... مسلم خواتین سے دوسری باتوں اور دوسرے امور کے علاوہ اس بات کی بھی بیعت لیں، کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، فرمایا:

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ (۲)   اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔

---

(۱) الاسراء، ۱۷/۳۱،۳۲۔

(۲) الممتحنۃ، ۶۰/۱۲۔

Marfat.com

۲۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بد کا خاتمہ

آنحضور ﷺ کی بعثت سے قبل بعض عرب قبائل، خصوصاً قبیلہ بنو تمیم میں...... خاص طور پر لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، جو "قتل اولاد" ہی کے زمرے میں آتا ہے، یہ لوگ لڑکی کو پیدا ہونے کے بعد گڑھا کھود کر...... زندہ ہی زمین میں دبا دیتے تھے، اور وہ منوں مٹی تلے سسک سسک کر مر جاتی تھی، اسی رسم بد کی طرف سورۃ التکویر میں اشارہ کیا گیا ہے، فرمایا:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (۱)۔

اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائیگا کہ وہ کس گناہ پر ماردی گئی؟

۳۔ مانع حمل ادویات یا آلات کا استعمال

یہاں یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بیوی کی بیماری یا اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے یا ان میں مناسب وقفہ کرنے کے لیے...... مانع حمل ادویات کا، یا مانع حمل سامان کا استعمال کرتا ہے اور اس کی نیت افلاس کے ڈر سے اولاد کو روکنے کی نہیں، بلکہ کسی دوسرے مقاصد کے لیے اولاد کے درمیان مناسب وقفہ کرنے کی ہو تو اس کا کیا حکم ہے:

اس حوالے سے احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہاء سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، بشرطیکہ...... اس کے لیے دوسرے فریق کی رضامندی حاصل کی گئی ہو، البتہ بعض فقہاء نے...... اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(۱) التکویر، ۸۱/۸۔

④ زنا (بدکاری) سے اجتناب

اور وہ زنا نہیں کرتے...... (الفرقان)

قرآن کریم جن اعلیٰ وارفع باتوں کو مسلمانوں کے لیے شایان شان قرار دیتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے، کہ وہ بدکاری نہیں کرتے، ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۱).

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (خدا کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔

اسی طرح سورۃ الفرقان میں ارشاد فرمایا:

وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۝ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَابًا (۲).

اور وہ (رحمان کے بندے) بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کی دن اس کو دونا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا، مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا، اور جو توبہ کرتا اور عمل نیک کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی

(۱) المؤمنون، ۲۳/ ۲۹، ۳۰؛ سورۃ المعارج (۲۹-۳۱) میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے۔

(۲) الفرقان، ۲۵/ ۶۸......۷۱۔

Marfat.com

طرف رجوع کرتا ہے۔

نیز سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِیْلًا (۱)۔

اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

آنحضور ﷺ کی آمد کے وقت دنیا میں عموماً......اور عرب دنیا میں خصوصاً عفت اور پاک دامنی کا وہ تصور نہیں تھا جو اسلام نے دنیا کو عطا کیا......ایک طرف عرب معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو انتہائی پاک دامن اور انتہائی نیک اطوار کے مالک تھے۔ برائی کی طرف انہوں نے کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا اور انہوں نے تمام زندگی، ایک ہی عورت یعنی اپنی بیوی کے دامن سے وابستہ رہ کر گزار دی، جیسا کہ آنحضور ﷺ کے اجداد اور بزرگوں کے متعلق روایات میں صراحت آتی ہے، اسی طرح ایسی عورتوں کی بھی کمی نہ تھی، جو انتہائی نیک اور پاک دامن تھیں، آنحضور ﷺ کی تمام جدات ایسی ہی پاک دامن اور اعلیٰ ترین اخلاق اور اطوار کی مالک تھیں، اسی طرح شرفاء کی عورتوں کے ہاں بھی بدکاری کا تصور موجود نہ تھا......جیسا کہ روایت میں ہے، کہ جب فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ قریشی عورتوں سے بیعت لے رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے اس بات پر بھی بیعت لی کہ وہ زنا نہیں کریں گی۔ تو اس پر ہند زوجہ ابی سفیان بولی ''کیا کوئی شریف عورت ایسا کر سکتی ہے؟''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شرفاء کے ہاں اس قسم کی بد اخلاقی موجود نہ تھی۔ تاہم ......معاشرے میں ایسے مرد اور ایسی عورتیں بھی موجود تھیں، جو بدکاری کو جرم کے بجائے اپنی روایت پسندی کا کرشمہ خیال کرتے تھے اور ان کے ہاں ایسی عورتیں بھی موجود تھیں، جن کے گھروں پر مخصوص قسم کے جھنڈے لہرا رہے ہوتے تھے، جن کے گھر......لوگوں کے لیے دعوت عام کی حیثیت رکھتے تھے، اسلام نے اس مذموم فعل کی سختی سے ممانعت فرما دی ہے۔

قرآن کریم میں جن جرائم کی انتہائی بھیانک سزائیں بیان کی گئی ہیں، ان میں،

---

(۱)　الاسراء، ۳۲/۱۷

Marfat.com

زنا یعنی بدکاری کا جرم بھی شامل ہے، اس حوالے سے قرآن کریم مین زنا کار مرد اور زنا کار عورت کو بڑے مجمع کی موجودگی میں ۱۰۰ کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱)۔

بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو اور اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو شرع الٰہی (کے حکم) میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔ اور چاہیے کہ اُن کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔

اور نبی اکرم ﷺ نے اس جرم کو ختم کرنے اور اُسے دوسروں کے لیے...... ذریعہ عبرت و بصیرت بنانے کے لیے، شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت ...... پر رجم ...... (سنگ ساری) کی سزا نافذ فرمائی...... اور فقہاے کرام کا شادی شدہ زانیوں کے لیے اسی سزا پر اتفاق ہے۔

تاہم سزا کے ثبوت کے لیے شریعت نے چار افراد کی گواہی کو لازمی قرار دیا ہے تا کہ خوامخواہ لوگوں کو مطعون نہ کیا جا سکے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ زنا ایک خوفناک جرم ہے، اور اسلام اس جرم کو پوری طاقت کے ساتھ معاشرے سے ختم کرنا چاہتا ہے، اسی لیے اس کا ثبوت ملنے پر خوفناک سزا دی جاتی ہے...... تاہم آخرت کی سزا...... اپنی جگہ الگ اور مستقل ہے...... اور وہ دائمی عذاب کی صورت میں مجرموں کو...... ملے گی، سوائے اس کے کہ مجرم توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے۔

۲۔ احادیث نبویہ میں بدکاری کی ممانعت

بے شک زنا ایسا برا عمل اور ایسی لعنت والی چیز ہے جو کبھی کسی نبی کی شریعت

(۱) النور، ۲۴/۲۔

میں حلال نہ تھا، بلکہ اسلام کے علاوہ بھی تمام ادیان مذہبی طور پر اسے ممنوع اور برا سمجھتے ہیں۔ گو بعض مذاہب کے علما نے بعض سیاسی اور معاشی مفادات کے تحت اس پر قدغن لگانا چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں پر سے گزرا جن کی کھالیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لیے زینت اختیار کرتے ہیں، پھر میں ایسے بدبودار گڑھے پر سے گزرا جس میں سخت آوازیں آ رہی تھیں میں نے کہا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کاری کے لیے بنتی سنورتی ہیں اور وہ کام کرتی ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں (۱)۔

اس گناہ سے بچانے کے لیے شریعت مطہرہ نے بدنظری تک سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں۔

دنیا میں جو مصیبتیں آ رہی ہیں ان کا بہت بڑا سبب بڑے گناہ ہیں اور ان گناہوں میں زنا کاری کا عام ہونا بھی ہے، حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے قحط بھیج کر ان کی گرفت کی جاتی ہے اور جن لوگوں میں رشوت کا لین دین ہو جاتا ہے رعب کے ذریعے ان کی گرفت ہوتی ہے (یعنی دلوں پر رعب طاری ہو جائے گا وہ اور دشمنوں سے ڈرتے رہتے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی قوم میں (ایک روایت میں ہے کہ جب کسی بستی میں) زنا اور سود عام ہو جائے تو ان لوگوں نے گویا اپنی جانوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل کر لیا (۲)۔

---

(۱) الترغیب والترہیب، ۳/۵۱۱۔

(۲) الترغیب والترہیب، ۳/۲۷۸۔

Marfat.com

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت برابر خیر پر رہے گی، جب تک ان میں زنا کی اولاد کی کثرت نہ ہوجائے۔ سو جب ان میں زنا کی اولاد پھیل جائے گی تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو عام عذاب میں مبتلا فرمادے گا اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جب زنا ظاہر ہوجائے گا تو تنگدستی اور ذلت کا ظہور ہوگا (۱)۔

صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندبؓ سے رسول اللہ ﷺ کا ایک خواب مروی ہے (حضرات انبیاء کرام کا خواب سچا ہوتا تھا) جس میں بہت سی چیزوں کا تذکرہ ہے ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ کا گزر ایک ایسے سوراخ پر سے ہوا جو تنور کی طرح تھا۔ اس میں جوجھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں نظر آئیں، ان کے نیچے سے آگ کی لپٹ آتی تھی جب وہ لپٹ اوپر آتی تھیں تو وہ چیخنے چلانے اور فریاد کرنے لگتیں آپ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت فرمایا (جن میں جبریل اور میکائیل تھے) یہ کیا ماجرا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ زنا کار مرد اور زنا کار عورتیں ہیں (۲)۔

جب زنا کی عادت پڑ جاتی ہے تو بڑھاپے میں بھی یہ عادت نہیں جاتی، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ ان سے بات نہیں کرے گا اور ان کو پاک نہ کرے گا اور ان کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا زنا کار بوڑھا، (۲) جھوٹا بادشاہ، (۳) تنگدست متکبر۔

ایک حدیث میں ہے کہ تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے، ان میں زنا کار بوڑھے کو بھی شمار فرمایا اور ایک اور حدیث میں فرمایا کہ تین شخصوں سے اللہ کو بغض ہے ان میں سے ایک زنا کار بوڑھا بھی ہے۔ (۳)

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی ایسی عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر گھر پر نہیں ہے (اور اس کے غائب ہونے کو اس نے

(۱) الترغیب والترہیب، ۳/۲۷۷۔
(۲) صحیح بخاری، ص ۱۰۴۴، ولی الدین خطیب، مشکوٰۃ، ص ۳۹۵۔
(۳) الترغیب والترہیب، ۳/۲۷۹۔

Marfat.com

زنا کا ذریعہ بنالیا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر ایک اژدہا مسلط فرمائے گا۔(۱)

بہت سے ملکوں میں یہ قانون نافذ ہے کہ زنا بالجبر تو منع ہے، لیکن اگر رضا مندی سے کوئی مرد عورت سے زنا کرلے تو اس پر نہ کوئی مواخذہ ہے اور نہ کوئی سزا، بہت سے وہ ممالک جن کے اصحاب اقتدار مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں وہاں بھی یہ قانون نافذ ہے حالانکہ زنا سخت جرم ہے، چاہے وہ بالرضا بھی ہو، تاہم بالجبر زیادہ سنگین جرم ہے۔

۳۔ ایک جامع حدیث

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اللہ کرے کہ تم ان چیزوں کو نہ پاؤ (تو طرح طرح کی مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا ہو جاؤ گے)۔

(۱) جس قوم میں کھلے طریقہ پر بے حیائی کا رواج ہو جائے گا ان لوگوں میں طاعون پھیلے گا اور وہ ایسے امراض میں مبتلا ہوں گے جو ان کے اسلاف میں نہیں تھے۔

(۲) اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کو قحط کے ذریعہ پکڑا جائے گا اور سخت محنت اور بادشاہ کے ظلم میں مبتلا ہوں گے۔

(۳) اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ کو روک لیں گے ان سے بارش روک لی جائے گی اور اگر جانور نہ ہوں تو (بالکل ہی) بارش نہ ہو۔

(۴) اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دیں گے ان کے اوپر دشمن مسلط کر دیا جائے گا وہ ان کے بعض اموال لے لے گا۔

(۵) اور جس قوم کے اصحاب اقتدار اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں گے اور اللہ نے جو چیز نازل فرمائی اس کو اختیار نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں ایسی مخالفت پیدا فرمادے جس کی وجہ سے وہ آپس میں لڑتے رہیں گے۔

---

(۱) الترغیب والترہیب، ۳/۲۷۵

⑤ جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹ بولنے سے اجتناب

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ...... اہل ایمان کی جن پاکیزہ اور اعلیٰ وارفع صفات کا ذکر آیا ہے، ان میں سے ایک وصف یہ بھی ہے، کہ وہ ...... جھوٹی گواہی نہیں دیتے......ارشاد باری تعالیٰ ہے......

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (۱)

اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

اور دوسری جگہ......اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے یہ فرمایا گیا، کہ اہل ایمان ...... نہ صرف یہ کہ جھوٹی اور غلط گواہی نہیں دیتے، بلکہ وہ سچی اور حق کی گواہی پر قائم رہتے ہیں......فرمایا:

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (۲)

یعنی اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم جھوٹ بولنے اور غلط بیانی کرنے سے بھی منع کرتا ہے، اہل ایمان کے بارے میں ارشاد ہے:

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ (۳)

اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں (اللہ تعالیٰ نے ان کے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے)

۱۔ الفرقان، ۲۵/۷۲۔

۲۔ المعارج، ۷۰/۳۳۔

۳۔ الاحزاب، ۳۳/۳۵۔

Marfat.com

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

وَ اجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ (۱) اور جھوٹی بات کہنے سے بچو۔

دراصل ''شہادت'' (گواہی) کا نظام...... دنیا کے نظام عدل کی بنیاد ہے اور ''عدل'' ہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر یہ دنیا اور اس کا نظام چل رہا ہے اور جس دن دنیا سے عدل وانصاف کا خاتمہ ہوگیا اس روز اس دنیا کا شاید اختتام ہوجائے ...... اور ''عدل'' کرنے کے لیے...... گواہوں کے نظام کی درستگی ضروری ہے...... اور جس معاشرے اور جس ملک میں ...... ہرشہری...... اپنی اس ذمہ داری کو سمجھنے لگ جائے کہ...... اسے عدالت کے سامنے صرف سچ اور حق کی گواہی دینا ہے وہ ''ملت''، معاشرہ اور قوم ضرور ترقی کرے گی، ورنہ...... جھوٹی گواہیوں اور ناحق شہادتوں سے تشکیل پانے والے...... فیصلے اس قوم کی جڑوں کو کھوکھلا کردیتے ہیں، لوگوں کا عدالتوں پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، انصاف روپے اور پیسے میں تلنے لگ جاتا ہے...... اور چور اچکّے قوم کے سردار اور حکمران بن جاتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم میں حق کی گواہی...... پر بے حد زور دیا گیا...... خواہ یہ گواہی اپنے خلاف یا اپنے کسی عزیز کے خلاف ہی دینا پڑے...... قرآن کریم میں اس مضمون پر...... مکی اور مدنی دونوں سورتوں میں یکساں زور دیا گیا...... سورۃ النساء میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ اِنۡ یَّکُنۡ غَنِیًّا اَوۡ فَقِیۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰی بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰۤی اَنۡ تَعۡدِلُوۡا وَ اِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا (۲)

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو، خواہ اس میں تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو، اگر کوئی امیر ہے یا غریب تو اللہ

۱۔ الحج، ۲۲/۳۰۔

۲۔ النساء، ۴/۱۳۵

ان کا خیر خواہ ہے، تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑنا، اگر تم پیچدار گواہی دو گے (یا گواہی سے) بچنا چاہو گے تو جان رکھو اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

جبکہ سورۃ المائدہ میں...... اسی مضمون کو یوں بیان کیا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱)

اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو، اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے، کہ تم انصاف کو چھوڑ دو، انصاف کیا کرو، کہ یہی ....کی بات ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

یہاں جس انصاف کی گواہی کی بات کی گئی ہے، یہ گواہی صرف "عدالت" تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ شہادت اور گواہی زندگی کے ہر شعبے اور ہر میدان کو محیط ہے...... صحیح اور سچی گواہی دینے کی ضرورت انسان کو...... ہر جگہ پیش آتی ہے، اپنے گھر میں، اپنے کاروبار اور اپنے دفتر میں، اپنی ملازمت اور اپنے روزی کمانے اور زندگی بسر کرنے کے دوسرا مواقع پر...... یہ تو "اچھی زندگی" اور اچھے ماحول کی بنیاد ہے...... اسی پر...... اچھے معاشرے کی عمارت استوار ہوتی ہے، اور اسی سے معاشرے کی اصلاح کا تصور مضبوط ہوتا ہے۔

۲۔ سنت نبویہ

قرآن کریم ہی کی طرح...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی جھوٹی گواہی اور جھوٹ بولنے کی مذمت اور اس پر اظہار وعید کیا گیا ہے...... چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

۱۔ المائدہ، ۵/۸۔

Marfat.com

''کیا میں تمہیں...... سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں؟...... صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا ضرور یا رسول اللہ...... فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا...... والدین کی نافرمانی کرنا...... (اس وقت آپ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے...... اور یہ کہتے ہوئے آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے)...... اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی...... اور آپ نے اس جملے کو اتنی مرتبہ دہرایا، کہ ہم نے اپنے دل میں یہ خواہش کی، کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔''(۱)

۳۔ جھوٹی گواہی کی سزا:

اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے جھوٹی گواہی دی ہے...... واس کے متعلق امت کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اسے چالیس کوڑے مارے جائیں اور اس کے چہرے کو کالا کیا جائے اور اس کا سر مونڈ دیا جائے...... چنانچہ مروی ہے، کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عمال کو...... یہ لکھا:

''جھوٹے گواہ کو چالیس درے مارو، اس کا منہ کالا کرو، اور اسے بازار میں گھماؤ''(۲)

اور مصنف عبدالرزاق میں ہے، کہ حضرت عمر فاروقؓ نے خود بھی ''جھوٹے گواہ'' کو یہی سزا دی...... اسی بنا پر امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ ''جھوٹے گواہ'' کو کوڑے لگائے جائیں اور لوگوں کے سامنے اسے کھڑا کیا جائے، تا کہ وہ جان لیں، کہ وہ جھوٹا گواہ ہے، جبکہ امام مالکؒ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے، کہ تمام مساجد اور بازاروں میں اس کا اعلان کیا جائے(۳)۔

الغرض جھوٹی گواہی دینا دنیا اور آخرت میں رسوائی اور ذلت کا موجب ہے، اور آخرت کی رسوائی اور ذلت تو ضرور اس کا مقدر بنے گی، تاوقتیکہ وہ توبہ نہیں کر لیتا، جبکہ......

''ایک مومن'' ہمیشہ سچی گواہی دیتا ہے۔

۱۔ البخاری، کتاب الایمان۔

۲۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری، ۵۳/۷۔

۳۔ ایضاً تفسیر مظہری، ۵۳/۷۔

Marfat.com

⑥ دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے ہتھیانے سے احتراز

نہ تم ظلم کرتے ہو نہ تم پر ظلم کیا جاتا ہے..... (البقرہ)

قرآن کریم اپنے بندوں کی جن اوصاف کا ذکر کرتا ہے، ان میں ایک وصف یہ ہے، کہ وہ دوسروں پر ظلم نہیں کرتے..... ارشاد باری ہے:

لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ (۱)

نہ تو تم ظلم کرتے ہو اور نہ تم پر ظلم کیا جاتا ہے۔

"ظلم" کے لفظی معنی ہیں "وضع الشی فی غیر محله" یعنی کوئی کام غلط جگہ پر انجام دینا..... آسان الفاظ میں ظلم کے معنی ہیں..... کسی دوسرے شخص کی جان، مال یا عزت و آبرو کو پامال کرنا..... اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا، کہ کسی بھی جاندار پر ظلم کیا جائے، چہ جائکہ انسان پر، جو اشرف المخلوقات ہے، اس پر ظلم کیا جائے..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا:

"بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں، ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے کہ آج (نو ذوالحجہ) کا دن، اس شہر (مکہ) میں، اور اس مہینے میں..... (۲)"

جبکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا (۳)

۱۔ البقرہ، ۲/۲۷۹۔

۲۔ بخاری، کتاب الحج

۳۔ الاحزاب، ۳۳/۵۸۔

Marfat.com

اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے، جو انہوں نے نہیں کیا، اذیت دیں، تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا.

اسی طرح، دوسری جگہ فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (۱)

اے مومنو! تم ایک دوسرے کا مال، آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، سوائے اس کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے خرید وفروخت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ...... قرآن حکیم میں ...... "ظلم" سے ممانعت کے لیے "بغی" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، جس کے معنی دوسروں پر چڑھائی اور ظلم کرنے کے ہیں ...... ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ (۲)

اور وہ بے حیائی، نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ہاں تین طرح کے دفتر ہیں ...... ایک دفتر وہ ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ زیادہ پرواہ نہیں کرتا اور دوسرا دفتر وہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کچھ نہیں چھوڑے گا اور تیسرا دفتر وہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ بالکل معاف نہیں کرے گا، وہ دفتر جس کی اللہ تعالیٰ زیادہ پرواہ نہیں کرتا، وہ انسان کا خود اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے، مثلاً روزہ چھوڑ دینا، نماز ترک کردینا وغیرہ کہ اللہ تعالیٰ ان گناہوں میں سے جسے چاہے گا معاف کردے گا، دوسرا دفتر، جس سے اللہ تعالیٰ بالکل نہیں چھوڑے گا، وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم ہے، جس کا بدلہ (قصاص) ضروری

۱۔ النساء،۴/۲۹۔

۲۔ النحل،۱۶/۹۰۔

ہے اور تیسرا دفتر جسے اللہ تعالیٰ بالکل نہیں بخشے گا، وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا ہے (۱)

الغرض...... اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال سے سختی سے منع کیا ہے، جن سے معاشرہ پریشان ہوتا ہے، اس فہرست میں چوری، ڈکیتی، بہتان تراشی، ایک دوسرے کو، مار کٹائی...... اور ایک دوسرے کی عزت و ناموس کی پامالی وغیرہ شامل ہیں اور مومن ہمیشہ انصاف پسند ہوتا ہے۔

۲۔ ناپ تول میں کمی

دوسروں پر ظلم اور زیادتی میں ناپ تول میں کمی اور دھوکہ اور فراڈ کے ذریعے، دوسروں کا مال ہتھیانا وغیرہ بھی شامل ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (۲).

اور جب (کوئی چیز) ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔

شریعت اسلامیہ نے لوگوں کو جن اعلیٰ و ارفع اقدار و روایات اور جن عمدہ ترین اوصاف و کمالات کی تعلیم دی ہے، ان میں سے ایک وصف ناپ اور تول کو پورا پورا رکھنے سے بھی متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عنوان پر ایک پوری سورۃ المطففین اتاری، جس میں کم تولنے اور کم ماپنے والوں کے لیے...... سخت ترین الفاظ میں وعید اور تنبیہ نازل فرمائی گئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ۲/۲:۹۰-۹۱۔

(۲) الاسراء، ۱۷/۳۵۔

Marfat.com

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ O الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ O وَإِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ O اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ O لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ O يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱)۔

ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں پورا لیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں، کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ (قیامت کے دن) اٹھائے بھی جائیں گے۔ (یعنی) ایک بڑے (سخت) دن میں۔ جس دن (تمام) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

(ب) اصول عدل کا تقاضا

دنیا میں تجارت لین دین عدل وقسط کے اصولوں پر قائم اور استوار ہے......اور تجارت میں دوسروں کو دھوکہ دینا اور ان سے قیمت لیکر انہیں ان کا حق کم دینا......اصول عدل وقسط کے خلاف ہے......اس مضمون کو......سورۃ الرحمان میں یوں بیان کیا گیا:

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ O اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ O وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (۲)۔

اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی، کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ اور تول کم مت کرو۔

قرآن کریم میں اصول عدل کو وسیع پیمانے پر، انسانی زندگی پر لاگو کیا گیا ہے...... اللہ تعالیٰ خود بھی عادل اور مقسط ہے اور وہ اپنے بندوں سے بھی یہی چاہتا ہے، کہ وہ بھی عادل اور مقسط رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ عدل وانصاف کے اصولوں کے مطابق معاملہ اور برتاؤ کریں، سورہ الانعام میں......ارشاد ہے:

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ اِذَا قُلْتُمْ

---

(۱) المطففین، ۸۳/۱۔۶۔

(۲) الرحمٰن، ۵۵/۶۔۹۔

Marfat.com

فَاعۡدِلُوۡا(۱)۔

اور تم ناپ کو اور ترازو کو انصاف کے ساتھ پورا رکھو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بولو تو انصاف سے بولو۔

(ج) قوم مدین کا واقعہ

پھر جو قومیں جادۂ عدل وانصاف سے ہٹ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دوسری قوموں کے لیے نشانِ عبرت وبصیرت بنا دیتا ہے..... قوم مدین کے ساتھ بھی یہی ماجرا پیش آیا تھا، جو مدین نامی شہر میں آباد تھی اور مدین کہلاتی تھی، نیز صدیوں سے تجارت کے پیشے سے منسلک تھی ..... لیکن مرورِ ایام سے ان میں وہ ساری خرابیاں اور تجارتی قباحتیں پیدا ہوگئیں، جو زوال پذیر قوموں کا شیوہ ہوا کرتی ہیں ..... باری تعالیٰ نے ان کی فہمائش کے لیے ..... حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ..... حضرت شعیبؑ نے انہیں برسوں نصیحت کی اور انہیں ان عادات بد کو چھوڑنے کی ہدایت کی، ..... مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا، انہوں نے اپنے کان بند کر لیے اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں، قرآن کریم میں ہے:

وَ لَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَ الۡمِيۡزَانَ اِنِّيۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ وَّ اِنِّيۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ O وَ يٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَ الۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ(۲).

اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو) مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا۔ اور اے قوم! ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔

دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کے الفاظ یوں بیان کیے گئے ہیں:

---

(۱) الانعام، ۶/۱۵۲۔

(۲) ہود، ۱۱/۸۵۔

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (۱).

تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو۔

اس آیت میں کم تولنے اور کم ماپنے کی عادت کو زمین میں فساد سے تعبیر فرمایا گیا ہے...... اور فساد کے معنی خرابی، نقصان اور بگاڑ کے ہیں، دیکھا جائے تو دنیا کے مسلمہ حقائق قرآن حکیم کے اس تجزیے کی تائید کر رہے ہیں، اس لیے بظاہر تو تاجر پیشہ لوگوں کا اس میں فائدہ ہے، لیکن جب معاشرے میں دھوکہ دینے اور دوسروں کو لوٹنے کی ایسی عادتیں...... پھیل جاتی ہیں، تو ہر شخص ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا......

اسی لیے جب قوم مدین میں...... یہ تجارتی خرابیاں...... ختم نہ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا...... اور اس پوری بستی اور اس پوری قوم کو مکمل طور پر فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا، قرآن کریم میں ہے:

وَ اَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (۲).

اور جو ظالم تھے، ان کو ایک چنگھاڑ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے، سُن رکھو کہ مدین پر (ویسی ہی) پھٹکار ہے جیسی ثمود پر پھٹکار تھی۔

۳۔ ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور سٹہ بازی

مفسرین اور فقہائے کرام نے دوسری تجارتی برائیوں، مثلاً ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور سٹہ بازی کو بھی اسی فہرست میں شامل کیا ہے اور ان تمام صورتوں پر بھی انہی وعیدوں کا

---

(۱) الاعراف، ۷/ ۸۵۔

(۲) ہود، ۱۱/ ۹۴، ۹۵

اطلاق کیا ہے، جن کا ذکر کم تولنے اور کم ماپنے پر کیا گیا ہے اس لیے کہ ان تمام صورتوں کا ایک جذبہ محرکہ وہی ہے، جو کم تولنے اور کم ماپنے وغیرہ میں کارفرما ہے، مثال کے طور پر جس طرح تاجر لوگوں کو کم تول کر اور کم ماپ کر دھوکہ کرتے ہیں، اسی طرح ملاوٹ کرنے والا...... ملاوٹ والی شے بیچ کر...... اور دوسروں کے پیٹ کاٹ کر ان کے ساتھ دھوکے اور فراڈ کا مرتکب ہوتا ہے، اس لیے ایسے لوگ بھی جہنم کی وعید کے مستحق ہیں...... جہاں تک ذخیرہ اندوزی کا تعلق ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کرنے پر لعنت فرمائی ہے، جس سے مراد ایسی ذخیرہ اندوزی ہے جو لوگوں کی ضرورت اور مجبوری سے فائدہ اٹھانے کے لیے اور محض کسی شے کا نرخ اور اس کی قیمت بڑھانے کے لیے کی جائے، سٹہ بازی اور اسی طرح کی دوسری تجارتی ...... خرابیوں کا بھی یہی حال ہے، کہ ان پر بھی قرآن وسنہ میں شدید ترین الفاظ میں اظہار ناراضگی کیا گیا ہے.

دوسری طرف ایمانداری سے تجارت کرنے والے تاجر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد نبوی ہے:

"سچا اور انصاف پسند تاجر نبیوں کے ساتھ ہوگا"۔

جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمانداری سے تجارت کرنے سے تجارت میں بھی اضافہ ہوتا ہے...... اور تاجر کے اجر وثواب میں بھی...... بڑھوتی ہوتی ہے.

Marfat.com

⑦ والدین کی نافرمانی سے اجتناب

اہل ایمان کی جن صفات کے تذکرے کو قرآن مجید میں موضوع بنایا گیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ وہ والدین کی نافرمانی نہیں کرتے...... قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (۱)

اور تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ نہ کر اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آ......

اور جیسا کہ اوپر ''انسانی جان'' کی حرمت کے ضمن میں ذکر آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے، یعنی ایسے کبیرہ گناہ جن سے ہر مسلمان کے لیے بچنا ضروری ہے اور ان کے بغیر بندے کی ذات کی اصلاح نہیں ہوتی۔

عربی کے لفظ عقوق (لفظی معنی نافرمانی) کا مطلب ہے، کہ ماں باپ کی ایسی بات کو نہ ماننا جو وہ اس کی بھلائی اور بہتری کے لیئے کہتے ہیں،...... البتہ اگر ماں باپ اولاد کو کسی غلط کام کرنے کو کہیں، مثلاً اللہ کے ساتھ شرک، چوری، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی، تو ایسے کام میں...... ان کی ''نافرمانی'' کو نافرمانی نہیں کہا جائیگا، بلکہ اولاد پر ضروری ہوگا، کہ وہ ایسے مسائل میں ان کی بات نہ مانیں، ارشاد ہے:

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ...... (۲)

اگر وہ (والدین) تیرے در پے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں، تو تو ان کا کہا نہ ماننا، ہاں دنیا کے کاموں میں ان کا اچھی

۱۔ بنی اسرائیل، ۲۳/۱۷۔

۲۔ لقمان، ۱۵/۳۱۔

Marfat.com

طرح ساتھ دینا، اور جو شخص میری طرف رجوع لائے، اس کے راستے پر چلنا۔

یہی مضمون سورۃ العنکبوت میں بیان ہوا ہے۔

والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک قرآن مجید کا خصوصی موضوع ہے، اس موضوع پر بلاشبہ سیکڑوں آیات میں گفتگو کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے، کہ کسی بھی انسانی معاشرے کا کمال یہ ہے کہ وہاں بزرگوں کا احترام پایا جاتا ہو اور جو معاشرہ اپنے بزرگوں کو مرنے کے لیے الگ گھروں میں چھوڑ دے، وہ معاشرہ کسی طرح بھی صحت مند معاشرہ نہیں ہوسکتا۔

والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر ''حقوق العباد'' کے تحت آئندہ گفتگو کی جائے گی۔

ایک صالح اور پاکیزہ معاشرے میں بزرگوں، خصوصاً والدین کے علم، تجربے اور ان کی مخلصانہ آراء سے استفادہ کیا جاتا ہے اور انہیں فالتو اور غیر کارآمد شے سمجھ کر...... ''کونے'' میں نہیں پھینک دیا جاتا، بلکہ وہ انہیں معاشرے کا قیمتی اور وقیع سرمایہ سمجھ کر، ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

اسلام نے اسی تصور...... اپنے ماننے والوں میں راسخ کیا ہے۔

(۱)

(۲)

Marfat.com

⑧ فضول خرچی اور اسراف سے اجتناب

قرآن کریم میں شخصی اصلاح اور تہذیب کے لیے مؤمنوں کی جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ایک فضول خرچی سے اجتناب بھی ہے۔ سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (۱)۔

اور (ایسے لوگ) کہ جب خرچ (وہ) کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ، نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا (۲)۔

اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار (کی نعمتوں) کا کفران کرنے والا (یعنی ناشکرا) ہے۔ اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت (یعنی فراخ دستی) کے انتظار میں، جس کی تمہیں امید ہو ان (مستحقین) کی طرف توجہ نہ کر سکو تو اُن سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو۔ اور اپنے ہاتھ نہ تو گردن سے بندھا ہوا (یعنی بہت تنگ) کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ، بے شک تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور (جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔

(۱) الفرقان، ۲۵/ ۶۷۔

(۲) الاسراء، ۱۷/ ۲۶-۳۰۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی اور اسراف سے منع کیا ہے اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: کہ اسراف اور فضول خرچی...... اللہ تعالیٰ کو کسی صورت میں بھی نہیں ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص راہ خداوندی میں خرچ کرنا چاہتا ہے، تو اسے بھی ایک خاص حدتک اس کی اجازت دی گئی ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''یعنی مال خدا کی بڑی نعمت ہے، جس سے عبادت میں دل جمعی ہو، بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے، اس کو بے جا اڑانا ناشکری ہے، جو شیطان کی تحریک واغوا سے وجود میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کرکے شیطان کے مشابہہ ہوجاتا ہے، جس طرح شیطان نے اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان واضلال میں خرچ کیا، اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو ناشکری میں اڑا دیا'' (۱)۔

۲۔ جائز اور مباح کاموں میں بھی فضول خرچی سے احتراز

فضول خرچی اور اسراف کی اللہ تعالیٰ نے کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دی، حتی کہ جائز اور مباح کاموں میں بھی اسراف کی اجازت نہیں ہے، ارشاد ہے:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (۲)۔

اللہ کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو، مگر زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا۔

اس بارے میں سختی کا یہ عالم ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو ایک تہائی مال سے زیادہ راہ خداوندی میں صدقہ کرنے یا صدقہ کی وصیت کرنے سے بھی منع فرمادیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے، کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے میں اس وقت مکہ مکرمہ میں تھا، آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آدمی کی اسی سرزمین پر موت آئے جہاں سے اس نے ہجرت کی ہو، فرمایا: اللہ تعالیٰ ابن عفراء پر رحم کرے، میں نے کہا: یارسول اللہ کیا میں پورے مال کو راہ خداوندی میں خیرات کی وصیت کروں؟ فرمایا: نہیں، میں

---

(۱) تفسیر عثمانی، ص ۳۷۱ طبع اقرا، اشرافہ کمپنی لاہور۔

(۲) البقرۃ، ۲/۶۰۔

Marfat.com

نے کہا: یارسول اللہ نصف کی؟ فرمایا: نہیں، میں نے کہا: یارسول اللہ ایک تہائی کی؟ فرمایا: ہاں ایک تہائی کی اور ایک تہائی مال بہت ہوتا ہے، اگر تو اپنے گھر والوں کو مال دار چھوڑ کر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ محتاج ہوں اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے ہوں اور تو جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے، وہ تیرے لیے صدقہ ہے، حتی کہ وہ لقمہ جو تو اپنی بیوی کو کھلاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے(۱)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بہتر صدقہ وہ ہے، جو اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد دیا جائے، اور صدقہ کی ابتدا اس شخص سے کرو، جو تمہارے قریب ہے(۲)۔

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بہتر صدقہ وہ ہے، جو اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد دیا جائے اور صدقہ کی ابتدا اس شخص سے کرو، جو تمہارے قریب ہے''(۳)۔

اس حدیث نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی پسند نہیں کہ اس کا بندہ تمام مال اللہ کی راہ میں خیرات کردے اور خود محتاج اور ضرورت مند ہو کر بیٹھ جائے، یا اپنے گھر والوں کو، ضرورت مند اور محتاج بنا کر چلا جائے۔

۳۔ قیامت کے دن اخراجات کے متعلق بھی باز پرس ہوگی

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے، کہ اسلام میں جس طرح کمانے کے طریقوں کے متعلق بندوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ صرف اور صرف حلال اور جائز طریقے ہونے چاہئیں، اسی طرح اخراجات کے متعلق بھی اسلام نے اس امر کی ہدایت کی ہے کہ ان کے متعلق بھی شریعت کے احکام کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور قیامت کے دن جہاں کمائی کے طریقوں کے متعلق پوچھا جائے گا، وہاں...... یہ بھی سوال ہوگا، کہ اس نے اپنا مال کہاں لگایا اور کہاں خرچ کیا۔

اسی لیے اسلام میں مالی ...... مصارف ...... یعنی خرچ کرنے کے مواقع کے

(۱) البخاری، ۵/۳۶۴، کتاب الوصایا، باب ۲، حدیث ۲۷۴۲۔

(۲) البخاری، ۳/۲۹۴، کتاب الزکاۃ، ۲۴/باب ۱۸، حدیث (۱۴۲۶-۱۴۲۷) مسلم ۲/۷۱۷، حدیث ۱۰۳۴،۹۵۔

(۳) البخاری، ۲/۲۹۴، کتاب الزکاۃ ۲۴/ باب ۱۸، ۷۱۷، حدیث ۱۰۳۴/۹۵۔

Marfat.com

حوالے سے بھی بڑی تاکید ملتی ہے کہ مال کما کر اسے غلط جگہ خرچ نہ کیا جائے ورنہ وہ قیامت کے دن ایسا مال وبال بن جائے گا۔

۴۔ میانہ روی، اور اس کی اہمیت

اسلام نہ تو کنجوسی اور بخل کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی فضول خرچی، اسراف اور تبذیر کی اجازت دیتا ہے، یہاں ان دونوں باتوں کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اس کے برعکس ایک مومن کے لیے مناسب ترین اور عمدہ ترین انداز وہ ہے جسے قرآن کریم نے اقتصاد یا میانہ روی کا نام دیا ہے، اس سلسلے میں شب معراج کو عطا ہونے والے خصوصی احکام میں......ارشاد فرمایا گیا:

> وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (۱).
>
> اور اپنے ہاتھ نہ تو گردن سے بندھا ہوا (یعنی بہت تنگ) کرلو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

> یعنی طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے بڑھ کر خرچ کرنا ولاتبسطہا کل البسط کے تحت داخل ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ما عال من اقتصد (جس نے میانہ روی اختیار کی، وہ کبھی محتاج نہیں ہوتا)

اس طرح اسلام نے مسلمانوں کو......اسراف اور فضول خرچی سے منع کیا اور میانہ روی......کا حکم دیا، جس پر چلنے میں ہی......انسان کی بہتری ہے۔

دوسرے الفاظ میں اسلام لوگوں کو اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کی تاکید کرتا ہے، اس لیے کہ......اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا عقل مندی نہیں اور اپنی حیثیت سے کم خرچ کرنا بھی مرد مومن کی شان نہیں......اسی لیے میانہ روی کا طریقہ سب سے بہتر اور عمدہ طریقہ ہے۔

---

(۱) بنی اسرائیل، ۲۹/۱۷۔

Marfat.com

⑨ غرور اور تکبر سے اجتناب

''اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں'' (الفرقان)

قرآن کریم میں ذاتی اصلاح کے لیے اہل ایمان کی جن اوصاف کو موضوع سخن بنایا گیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زمین پر اکڑ اکڑ چلتے ہیں اور نہ ہی غرور اور تکبر کرتے ہیں...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (۱)

اللہ کسی تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲)

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (۳)۔

اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔

دراصل تکبّر اور غرور ایک معاشرتی اور سماجی برائی بھی ہے اور ایک مذہبی قباحت بھی ہے...... مذہبی قباحت ہونے کی وجہ یہ ہے، کہ برائی اور غرور تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ

---

(۱) النسآء، ۴/۳۶۔

(۲) الفرقان، ۲۵/۶۳۔

(۳) الاسراء، ۱۷/۳۷۔۳۹۔

Marfat.com

کی ذات کو زیب دیتا ہے، جو حقیقی اور اصلی طور پر ''المتکبر'' ہے...... یعنی ساری دنیا اور اس کے لوگوں سے بے حد و بے حساب بڑا، جس کی بڑائی اور عظمت کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا، اس پہلو سے، نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''بڑائی میری چادر ہے جو شخص یہ چادر چھیننے کی کوشش کرے گا، میں اُسے جہنم کی سزا دوں گا''۔

جبکہ اس کے معاشرتی اور سماجی برائی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص دوسروں سے جب کوئی معاملہ یا سلوک کرتا ہے، تو وہ انصاف پر مبنی نہیں ہوتا، دراصل متکبر اور مغرور شخص کے دل میں یہ غلط خیال بیٹھا ہوتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے بڑا ہے، یا دوسروں سے مختلف ہے...... اس میں اور باقی لوگوں میں بڑا فرق ہے، وہ پیدائشی طور پر دوسروں پر بڑائی رکھتا ہے، اسی لیے ایسا شخص زمین پر اکڑ اکڑ کر چلتا ہے، زمین پر چادر گھسیٹ گھسیٹ قدم اٹھاتا ہے، دوسروں کو حقیرانہ نظروں سے دیکھتا ہے۔

ایسا شخص دراصل زمین پر فساد پھیلانے کا ذریعہ ہے...... ایسے ہی لوگوں کی بابت ارشاد ہوا ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ O وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (۱)

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کردے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند

(۱) البقرہ،۲/۲۰۴۔

Marfat.com

نہیں کرتا۔

۲۔ تکبر ظلم کا موجب بھی ہے

متکبر اور مغرور شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اس کی زمین پر اکڑ اکڑ کر چلنے کے علاوہ اپنے ہی جیسے دوسرے لوگوں پر ظلم اور جور کرنے کا مرتکب ہوتا ہے اور اس طرح وہ ایک کے بعد دوسرے گناہ کا مرتکب ہوتا چلا جاتا ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یحقره ...... التقوی ههنا ویشیر الی صدره(۱)۔

مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ تو اسے رسوا کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے......تقوی یہاں ہے اور آپ نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا.

ایک اور حدیث میں ہے، کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

بحسب امرىء من الشر ان یحقر اخاه المسلم (۲)۔

کسی شخص کی برائی کے لیے یہ بات کافی ہے، کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے.

چنانچہ دنیا میں...... جو خوفناک جنگیں لڑی گئیں، جن میں کروڑوں انسان ہلاک ہوے، ان کے پیچھے کسی ایک شخص یا کسی ایک قوم کا مغرورانہ جذبہ کارفرما تھا۔

الغرض تکبر اور غرور انتہائی غلط اور نامناسب فعل ہے، اسی لیے قرآن وسنہ میں، اس پر انتہائی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا.

---

(۱) ریاض الصالحین، حدیث ۲۷۱۔

(۲) مسلم، الصحیح، ریاض الصالحین، حدیث ۱۵۷۶۔

Marfat.com

⑩ وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت سے اجتناب

''اور وہ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال رکھتے ہیں''......(المومنون)

قرآن کریم میں...... اہل ایمان کی جن پاکیزہ اور اعلیٰ وارفع صفات کا ذکر آیا ہے، ان میں وعدہ اور امانت کی پاس داری اور ان کا ایفاء بھی شامل ہے......قرآن وسنۃ میں اس پر خصوصی زور دیا گیا ہے......سورۃ المومنون میں ہے:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ (۱)

اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔

جبکہ سورۃ المعارج......میں بھی......بالکل یہی الفاظ دہرائے گئے ہیں......جبکہ عہد کے ایفاء پر......سورۃ النحل میں خصوصی طور پر زور دیا گیا ہے......چنانچہ فرمایا:

وَ اَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ اِذَا عٰھَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (۲)

اور جب اللہ کے ساتھ پختہ عہد کرو تو اس کو پورا کرو، جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو، کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

اور صرف یہی نہیں، بلکہ اس پر یہ کہاوت بھی منطبق کی گئی، کہ فرمایا:

وَ لَا تَکُوْنُوْا کَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَھَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ اَنْکَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَکُمْ دَخَلًاۢ بَیْنَکُمْ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ (۳)

۱۔ المومنون، ۲۳/۸۔

۲۔ النحل، ۱۶/۹۱۔

۳۔ ایضاً، ۱۶/۹۲۔

Marfat.com

اوراس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سوت کاتا، پھراس کوتوڑ کرٹکڑے ٹکڑے کردیا، کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنانے لگو، کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ غالب رہے۔

حتیٰ کہ...... اگر کسی کو روئے زمین کی دولت بھی مل جائے، جسے قرآن حکیم ''تھوڑی قیمت'' قرار دیتا ہے، تو تب بھی نقض عہد کی اجازت نہیں ہے، فرمایا:

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا، اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱)

اوراللہ سے تم نے جو عہد کیا ہے، (اس کو مت بیچو) اوراس کے بدلے تھوڑی سی قمیت نہ لو، کیوں کہ ایفائے عہد کا جوصلہ اللہ کے ہاں مقرر ہے، وہ اگر تم سمجھو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔

اوراسے مومنوں کی صفات میں شامل کرنے کے علاوہ حکم (Order) کے طور پر بھی...... جاری کیا گیا ہے، کہ فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ...... (۲) اے ایمان والواپنے عہد پورے کرو۔

اور پھر...... امانت کے مفہوم کو وسیع کرتے ہوئے...... ہر فرض، ہر ذمہ داری اور ہر ڈیوٹی کو اس میں شامل کرتے ہوئے...... فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (۳)

بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے، کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کرو۔

اوراپنے عہدوں اوراپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کرنے والوں کو...... اللہ تعالیٰ کی محبت و پسندیدگی کا...... مستحق قرار دیتے ہوئے فرمایا:

۱۔ ایضاً، ۱۶/۹۵۔

۲۔ المائدہ، ۶/۱۔

۳۔ النساء، ۴/۵۸۔

بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (۱)

ہاں جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے تو اللہ ڈرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اور ایفائے عہد اور ایفائے امانت نہ کرنے والوں کو قرآن کریم میں چار خوفناک سزاؤں کا مستحق قرار دیا۔۔۔۔۔اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲)

جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے وعدوں کو اور اپنی قسموں کو (بیچ ڈالتے ہیں) اور ان کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، ان سے اللہ تعالیٰ نہ تو ہم کلام ہوگا، اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا، اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

یعنی جو لوگ اپنے وعدوں، خصوصاً ایمان لانے کے وعدے کو پورا نہیں کرتے:

(۱) ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(۲) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام نہیں ہوگا۔

(۳) ان کا تزکیہ نفس نہیں کرے گا۔

(۴) ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(ب) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔۔۔۔۔وعدے اور امانت کے ایفاء کو ''بندۂ مومن'' کی اور اس کی عدم پابندی کو۔۔۔۔۔منافقوں کی صفت قرار دیا، چنانچہ فرمایا:

۱۔ آل عمران، ۳/۷۶۔

۲۔ آل عمران، ۳/۷۷۔

Marfat.com

تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں گی وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں، ان میں سے کوئی ایک بات پائی جائے تو اس میں ...... نفاق والی عادت یا صفت ہوگی......" اور جب وہ بولے تو جھوٹ بولے اور جب وہ وعدہ کرے، پورا نہ کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے، تو وہ اس کو ادا نہ کرے۔"(۱)

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوۂ حسنہ یہ ہے، کہ آپ ہمیشہ اپنا وعدہ پورا کرتے اور امانتوں کی عمدہ اور احسن طریقے پر ادائیگی فرماتے تھے، اسی بنا پر آپ کو اعلان نبوت سے قبل "الامین" اور "الصادق" کہا جاتا تھا......اور کسی ایک شخص نے بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ......اعلان نبوت سے قبل یا اس کے بعد، اس کے ساتھ کوئی وعدہ کیا تھا، مگر آپؐ نے اسے پورا نہیں کیا، یا پھر......اس نے آپ کے پاس کوئی امانت رکھوائی اور آپؐ نے......اس کی امانت اسے ادا نہیں کی۔

آپ نے تو شب ہجرت میں بھی جب دشمنوں کی بے نیام تلواریں......آپ کے دولت خانے کے آس پاس آپ کا خون بہانے کے لیے...... چمک رہی تھیں، دشمنوں کی امانتیں ادا کرنے کے لیے......اپنی قریب ترین ہستی حضرت علیؓ کو......دشمنوں کے نرغے میں چھوڑا......جنہوں نے تین دنوں تک یہ ذمہ داری ادا کر کے...... مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، ایسی کوئی اور مثال دنیا کی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وعدے کے ایفا اور امانت کی ادائیگی کا جس قدر خیال ہوتا تھا، اس کا اندازہ......حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء کی نقل کردہ درج ذیل روایت سے ہوتا ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"میں نے بعثت نبوی سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، خرید وفروخت کا ایک معاملہ کیا اور آپ کا کچھ بقایا رہ گیا......میں نے آپؐ سے وعدہ کیا کہ میں تھوڑی دیر

۱۔ البخاری، ۱/۸۹، کتاب الایمان، باب ۲۴، حدیث ۳۳، ۳۴۔

Marfat.com

تک اسی جگہ واپس آؤں گا، مگر گھر جا کر میں بھول گیا، تین دنوں کے بعد مجھے یاد آیا، تو میں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ موجود ہیں، جہاں میں نے آپ کو چھوڑا تھا...... مجھے دیکھا تو فرمایا، تو نے ہمیں بڑی مشقت میں ڈال دیا...... میں یہاں گذشتہ تین دنوں سے تمہارا منتظر ہوں۔'' (۱)

پاس وعدہ کا...... یہ عالم تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچوں کے ساتھ...... غلط وعدہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے...... ایک کم عمر صحابی حضرت عبداللہ بن عامر کہتے ہیں، کہ ایک دن جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف فرما تھے، میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا: ''ادھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی...... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے کیا دینا چاہتی تھیں، انہوں نے کہا: یارسول اللہ کچھ کھجوریں، فرمایا: اگر تم اُسے کچھ نہ دیتیں، تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ (۲)

الغرض ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ جب بھی کوئی وعدہ کرے، تو اسے پورا کرے...... جیسے کہ قرآن کریم میں...... مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور اسوۂ مبارکہ ہے۔

۱۔ ابوداؤد، ۵/ ۲۶۸، کتاب الادب، باب ۹۰، حدیث ۴۹۹۶۔

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۵/ ۲۶۵، کتاب الادب، باب ۸۸، حدیث ۴۹۹۱۔

Marfat.com

⑪ فضول گفتگو سے اعراض

اسی طرح ......فضول......یعنی ''لایعنی'' گفتگو سے اجتناب بھی، بندۂ مؤمن کی صفات میں شامل ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (۱)

اور جب وہ فضول باتوں کے پاس سے گذرتے ہیں، تو شریفانہ طور پر گذر جاتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ المؤمنون میں فرمایا:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۲)

اور وہ جو لغو اور بے ہودہ کاموں سے اعراض کرتے ہیں۔

''لغو'' کے لغوی معنی ''فضول'' اور ''بے فائدہ'' کام کے ہیں، یعنی ہر ایسی بات اور ایسا عمل جو بے فائدہ ہو......اور جس کی بنا پر ان کی تعریف کی جائے اور نہ ہی ان کی برائی کی جائے......بعض مفسرین نے اس میں کفر اور شرک اور گناہوں وغیرہ کے ارتکاب کو شامل کیا ہے، بعض مفسرین کے مطابق اس سے مراد یہ ہے، کہ وہ کفار کا مقابلہ......گالی گلوچ کے ساتھ نہیں کرتے......یا یہ کہ جب وہ کوئی بے ہودہ گفتگو یا بات چیت سنتے ہیں، تو وہ اس میں شریک نہیں ہوتے، بلکہ وہ خود کو......ان سے بچا کر......گذر جاتے ہیں (۳)۔

۱۔ الفرقان، ۲۵/۷۲۔

۲۔ سورۃ المؤمنون، ۲۳/۳۔

۳۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ۶/۳۶۴۔

Marfat.com

قرآن وسنۃ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے، کہ انسانی افعال واعمال کی تین اقسام ہیں، ایسے کام جن کو ثواب اور اجر ملتا ہے...... یہ فرائض، واجبات، سنت اور مستحب افعال ہیں...... ہر مسلمان کو...... ایسے کاموں کا ارتکاب کرنا چاہئے...... اور ایسے کام جن کے کرنے پر دنیا میں...... گناہ اور آخرت میں عذاب ملے گا، یہ حرام، ممنوع اور مکروہ وغیرہ افعال ہیں،...... ہر مسلمان کے لیے ایسے کاموں سے اجتناب کرنا چاہئے، جبکہ ایسے افعال اور اعمال...... جن کا کرنا...... نہ تو...... باعث ثواب ہے اور نہ ہی باعث گناہ یعنی ایسے کام کرنا...... شرعاً جائز اور مباح ہیں...... جیسے فضول قسم کے کھیلوں میں وقت ضائع کرنا...... یا شکار وغیرہ میں مشغول ہونا...... اور چونکہ مسلمان اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے، کہ وہ بہت ہی، محدود وقت لیکر آیا ہے...... اور اسے اپنے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہونا ہے...... اس لیے، وہ اپنا وقت بالکل ضائع نہیں کرتا، حتیٰ کہ ایسے کاموں میں بھی مشغول نہیں ہوتا، جو شرعاً جائز تو ہیں، مگر ان کا کوئی فائدہ یا ثواب نہیں ہے۔

اسی طرح اگر انہیں دشمنوں کی طرف سے بھی، سب وشتم اور گالی گلوچ کا سامنا کرنا پڑے، تو وہ اس میں...... حصہ نہیں لیتے اور وہاں سے چپ چاپ اور دامن بچا کر گذر جاتے ہیں...... اور وہ کفار کی زبان بولنے کے بجائے، اپنے مقام اور اپنے وقار کا خیال رکھتے ہیں...... چنانچہ فرمایا:

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (۱)

اور جب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں، تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال، تم کو سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں۔

جبکہ ''رحمان کے بندے'' جاہلوں کے ساتھ بھی فضول بحث میں نہیں پڑتے اور

۱۔ القصص، ۲۸/۵۵۔

Marfat.com

انہیں سلام کر کے گزر جاتے ہیں، فرمایا:

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (۱)

اور جب ان کا جاہلوں سے سامنا ہوتا ہے، تو وہ کہتے ہیں، سلام۔

احادیث میں ایسے کاموں کو لایعنی یعنی بے فائدہ کام قرار دیا گیا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنی......(۲)

بندے کے اچھے اسلام میں، فضول باتوں سے اعراض بھی شامل ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

''ایک صحابی کا انتقال ہوا، تو ایک شخص نے کہا: تجھے جنت کی بشارت ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیا جانو...... ہو سکتا ہے، کہ اس نے کبھی لایعنی گفتگو کی ہو...... یا اس نے ایسی جگہ بخل کیا ہو، جس سے بخل نہیں کرنا چاہئے تھا''......(۳)

۱۔ الفرقان، ۲۵/۶۳۔

۲۔ الترمذی،۴/۵۵۸، کتاب الزہد، باب ۱۱، حدیث ۲۳۱۷۔

۳۔ الترمذی،۴/۵۵۸، کتاب الزہد، باب ۱۱، حدیث ۲۳۱۶۔

Marfat.com

⑫ بدگمانی سے اجتناب

دوسروں کے متعلق حسن ظن رکھنا بھی مؤمن کی صفات میں سے ایک ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا(۱)

کیوں نہ جب تم نے اس (الزام) کو سنا تو مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں نے اپنے بارے میں اچھا گمان نہ رکھا.

دوسری جگہ فرمایا:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (۲)۔

اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔

اس آیت میں بھی لوگوں کو ایک اہم ترین معاشرتی، سماجی اور مذہبی برائی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے...... ہر ایسی بات، ہر ایسا معاملہ، ہر ایسا کام جس کی حقیقت اور جس کی اصلیت کا انسان کو ٹھیک علم نہ ہو، اس کے بارے میں رائے زنی کرنا، اس کے متعلق دوسروں پر تہمت لگانا، اور اس کے بارے میں دوسروں کو مطعون کرنا، اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور یہ انتہائی درجہ کی برائی ہے...... اس آیت کی تفسیر میں ...... معروف مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

قتادہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یہ نہ کہو، کہ میں نے دیکھا ہے، حالانکہ تم

(۱) النور، ۲۴/۱۲۔

(۲) الاسراء:۳۶۔

Marfat.com

نے نہ دیکھا ہو، یا یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے، حالانکہ تم نے نہ سنا ہو، اور یہ نہ کہو میں جانتا ہوں، حالانکہ تم اس کے متعلق کچھ نہ جانتے ہو(۱)۔

اسی طرح...... حضرت مجاہد تابعی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی شخص پر ایسی تہمت نہ لگاؤ، جس کا تمہیں علم نہ ہو، القتیبی کہتے ہیں: ''کسی شخص کا، اس پر نظریں گاڑ کر ......اور بدگمانی کرکے، پیچھا مت کرو''۔

دراصل یہ آیت مبارکہ معاشرتی اور سماجی آداب زندگی سے تعلق رکھتی ہے، انسان ایک معاشرتی حیوان ہے، جسے دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا ہے، یہ میل جول اس کی فطرت اور اس کی تخلیق کا ایک حصہ ہے، لہٰذا اس میل جول اور اس معاشرت کو جتنا خوشگوار کیا جا سکتا ہو، کرنا چاہیے، اسلام نے اسی لیے معاشرتی آداب کو بڑی اہمیت عطا کی ہے...... سورۃ الحجرات میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا(۲)۔

اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔

اسی طرح بے گناہ لوگوں پر تہمت اور الزام لگانے کو سخت ترین جرم قرار دیا گیا ہے اور فرمایا:

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا(۳)۔

اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے، لیکن اس سے کسی بے گناہ کو متہم کردے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔

(۱) تفسیر مظہری، ۵/۴۳۹۔

(۲) الحجرات، ۴۸/۱۲۔

(۳) النساء، ۴/۱۱۲۔

Marfat.com

اسی طرح سورۃ النور میں کسی بے گناہ شخص، خصوصاً کسی پاک دامن عورت پر بدکاری کا الزام لگانے پر اسی کوڑوں کی سزا کا اعلان کیا گیا ہے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۱)۔

اور جو لوگ پرہیز گار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی (۸۰) درّے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں.

اس کی وجہ یہ ہے کہ بدظنی ایک ایسی بیماری ہے، کہ اگر معاشرے میں پھیل جائے تو اس سے معاشرے کا کوئی فرد بھی محفوظ نہیں رہتا اور ہر شخص...... دوسروں کی نگاہوں میں ناکردہ گناہوں کا مرتکب قرار پاتا ہے، اسی لیے...... حکم دیا گیا کہ اگر کسی مسلمان کے متعلق تمہیں کوئی خبر ملے، تو اس کی تصدیق کر لیا کرو، اور خبر غلط ہونے کی صورت میں، اس پر عمل نہ کرو، ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (۲)۔

مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے.

اور سورہ النساء میں، اسی طرح کے ایک واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے ہدایت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (۳)۔

مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام

---

(۱) النور، ۲۴/۱۴۔

(۲) الحجرات، ۴۸/۶۔

(۳) النساء، ۴/۹۴۔

Marfat.com

علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔

مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ ایک جنگ میں ایک مسلمان اپنے ساز وسامان کے ساتھ مسلمانوں سے الگ ہو گیا...... مسلمانوں کا لشکر جب اس کے قریب سے گزرا تو اس نے انہیں سلام کیا، مگر لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ کافر ہے اور محض جان بچانے کی خاطر سلام کر رہا ہے لہٰذا انہوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کے ساز وسامان پر قبضہ کر لیا نبی اکرم ﷺ کو اس واقعے کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے اس پر سخت اظہار ناراضگی فرمایا اور اس کا سامان اس کے وارثوں کو واپس کیا اور اس کی دیت ادا فرمائی، اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

۲۔ کان، آنکھ اور دل کے متعلق سوال ہو گا

جہاں تک کان، آنکھ اور دل کی بابت باز پرس ہونے کا تعلق ہے، تو مفسرین نے...... اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کان، آنکھ اور ہاتھوں کی صورت میں جو نعمتیں یا ذرائع عطا فرمائے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مواقع استعمال بھی بتلا دیئے ہیں اور اس بات کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ ان نعمتوں کے استعمال کی بابت پوچھا جائے گا۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں، پاؤں کان آنکھ اور دل کا مالک ہے، وہ انہیں اور اپنے دوسرے اعضاء اور جوارح کو جس طرح چاہے اور جہاں چاہے، استعمال کرے، وہ اس بارے میں آزاد اور خود مختار ہے، مگر یہ نقطۂ نظر قطعاً درست نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اپنے اعضاء وجوارح کا مالک ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کے جائز استعمال کی ہدایت کی ہے، اگر کسی نے اپنے ان اعضاء اور جوارح کا غلط استعمال کیا، تو وہ اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہو گا۔

اگر کسی نے چوری کر لی، یا کسی پر ہاتھ اٹھایا، یا غلط حساب کتاب لکھ کر...... امانت میں خیانت کی یا کسی ایسے مرد یا کسی ایسی عورت کو چھوا جس کو چھونا اس کے لیے جائز نہیں

تھا...... یا اپنے کان کا غلط استعمال کیا یا اس سے گانا بجانا سنا، لوگوں کی غیبتیں اور جھوٹی باتیں سنتا رہا، آنکھ ایسی جگہ استعمال کی، جو اس کے لیے حلال اور روا نہیں تھی...... اور دل میں گناہ اور جرم کے منصوبے سوچتا رہا اور غلط کاموں کی تدبیریں کرتا رہا، تو اس نے اپنے ان تمام اعضاء کا غلط استعمال کیا، اس لیے اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی...... ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک آنکھ زنا کرتی ہے اور ان کا زنا (نامحرم کو) دیکھنا ہے اور کان بھی زنا کرتے ہیں، اور ان کا زنا...... (غیر محرم کی باتیں یا گندی باتیں) سننا ہے، اور زبان بھی زنا کرتی ہے، اور اس کا زنا...... غلط بات کرنا ہے اور ہاتھ بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا (غلط شے کو) پکڑنا یا ہاتھ لگانا ہے اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا چل کر جانا ہے اور دل خواہش کرتا ہے اور گناہوں کی آرزو کرتا ہے، اور اس کی شرم گاہ یا تو اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے...... (۱)۔

الغرض انسانی جسم کے تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلّف ہیں...... اور اگر انسان نے اپنے اعضاء کا انہی کاموں میں استعمال کیا، جن کاموں میں استعمال کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، تو اس صورت میں اعضاء کا یہ استعمال اس کے لیے نیکی بھلائی اور ثواب کا باعث ہوگا اور اگر اس نے اپنے اعضاء و جوارح کے کسی ایسے کام میں استعمال کیا، جس کی شریعت کی طرف سے اسے اجازت نہیں تھی، تو اعضاء کا یہ استعمال اس کے لیے وبال جان ثابت ہوگا۔

> حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میرے لیے چھ باتوں کے ضامن بن جاؤ، میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں (۱) جب بات کرو، تو سچ بولو (۲) وعدہ کرو، تو پورا کرو؛ (۳) امانت رکھوائی جائے تو اسے ادا کرو، (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو؛ (۵) اپنی

(۱) مشکوۃ المصابیح۔

Marfat.com

آنکھوں کو نیچی رکھو؛ (۶) اپنے ہاتھوں کو بے جا استعمال نہ کرو...... (۱).

الغرض اعضاء کے صحیح اور درست طریقے پر استعمال کی ہدایت خصوصی طور پر شب معراج میں اتاری گئی، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:

''اے وہ لوگو! جنہوں نے زبان سے اسلام قبول کیا ہے، مگر اسلام ان کے اندر نہیں پہنچا، تم لوگ نہ تو مسلمانوں کو اذیت دو، اور نہ انہیں عار اور شرم دلاؤ، نہ ان کی قابل ستر باتوں کا پیچھا کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی خفیہ بات کا ٹوہ لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خفیہ بات کی ٹوہ لگاتا اور جس کی خفیہ بات کا اللہ ٹوہ لگائے، وہ اس کو رسوا کر دیتا ہے، اگر چہ وہ اپنے گھر کے وسط میں ہو. (۲)''

---

(۱) مشکوۃ، ص ۴۱۵۔

(۲) احمد، مسند، ۱/۱۹۰، ابوداؤد، ۵/۱۳، کتاب الادب، باب (۴)، حدیث ۴۸۷۶۔

Marfat.com

باب چہارم

باہمی معاملات کی اصلاح

① والدین کی خدمت واطاعت

② قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک

③ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک

④ مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک

⑤ بیوگان کے ساتھ حسن سلوک

⑥ بزرگوں اور اساتذہ کے ساتھ حسن سلوک

⑦ ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک

⑧ عام مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک

Marfat.com

① والدین کی خدمت واطاعت

اللہ رب العزت ......اپنے مومن بندوں کو جن اوصاف وکمالات سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہے، ان میں ایک وصف ''صلہ رحمی'' کا بھی ہے، فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ (۱)

وہ لوگ جو ان رشتوں کو ملا کر رکھتے ہیں، جن کو ملا کر رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے

صلہ رحمی سے مراد اپنے رشتہ داری اور اپنے قرابت داروں کی قرابت کا......عمدہ طریقے سے خیال رکھنا ہے، جن میں ''والدین'' کا درجہ سب سے مقدم ہے.

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شب معراج میں ......قدیم آسمانی کتابوں میں دیئے گئے احکام کی جگہ جو احکام دیئے ان میں دوسرا حکم والدین کی خدمت اور اطاعت پر مشتمل ہے...... ارشاد فرمایا:

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ کِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (۲)۔

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دُعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما.

---

(۱) الرعد،۱۳/۲۱۔

(۲) بنی اسرائیل ۱۷/۲۳،۲۴۔

Marfat.com

جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم، تمام قدیم آسمانی مذاہب میں یکساں طور پر ملتا ہے، اسی طرح والدین کی خدمت اور اطاعت کا حکم بھی تمام آسمانی مذاہب کا مشترک رہا ہے (۱)۔

اسلام چونکہ تمام سابقہ ادیان کا جامع اور قرآن تمام آسمانی کتابوں کے مضامین کا خلاصہ ہے، اسی لیے اسلام میں بھی والدین کی خدمت واطاعت کو، اللہ تعالیٰ ...... کی عبادت کے بعد، سب سے اونچا اور سب سے بڑا رتبہ عطا کیا گیا ہے اور ماں باپ کی اطاعت اور ان کی خدمت کو...... بے حد اہمیت عطا کی گئی ہے...... سورہ لقمان مین ہے، فرمایا:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ (۲)۔

اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے اسکے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔

اسلام میں والدین کے جو حقوق بیان کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ حسن سلوک کرنا:

قرآن کریم میں والدین کے حقوق کے سلسلے میں سب سے زیادہ زور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے پر دیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (۳) اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا عہد بنی اسرائیل سے بھی لیا تھا، چنانچہ فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (۴)۔

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے بھلائی کرنا۔

(۱) دیکھیے (۱) خروج، ۲۰/۱۲؛ (۲) احبار، ۱۹/۳؛ (۳) احبار، ۲۰/۹؛ (۴) خروج، ۲۰/۱۷؛ (۵) متی، ۱۵/۴۔

(۲) لقمان، ۳۱/۱۲۔

(۳) بنی اسرائیل، ۱۷/۲۳

(۴) البقرۃ، ۲/۸۳۔

Marfat.com

سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مسلمان بندوں کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیئے ہیں، جو اپنے والدین کی خدمت کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں اور ایک دروازہ اس شخص کی لیے کھولا گیا ہے جو اپنے بوڑھے والد یا والدہ کی خدمت کرتا ہو......اور جس شخص نے اپنے والدین کو ناراض کر دیا، تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس سے راضی نہیں ہوگا جب تک اس کا والد یا والدہ اس سے راضی نہ ہو، پوچھا گیا...... یارسول اللہ کیا اس صورت میں بھی جب وہ اپنی اولاد کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہو؟ فرمایا: ہاں اس صورت میں بھی، جب وہ اپنی اولاد کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہوں (۱)۔

ایک اور حدیث میں کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وہ شخص ناکام ہو گیا...... وہ شخص ناکام ہو گیا، وہ شخص ناکام ہو گیا، پوچھا گیا...... یارسول اللہ کون؟ فرمایا: وہ کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، مگر اس کے باوجود اس نے ان کی خدمت کے ذریعے اپنے لیے جنت واجب نہ کر لی......(۲)۔

دراصل ...... یوں تو ہر عمر اور ہر دور میں والدین کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی فضیلت ہے، مگر خاص طور پر بڑھاپے کا ذکر اس لیے کیا گیا، کہ بڑھاپے میں والدین کو خدمت یا نگہداشت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اور ضرورت اور مجبوری کے لمحات میں والدین یا ان میں سے کسی ایک کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا انصاف سے بعید ہے۔

پھر جیسا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے حوالے سے احادیث میں مذکور ہے، کہ والدین کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے، یہ خدمت اور اطاعت کا حکم ہر صورت میں ہے،

---

(۱) البیہقی۔

(۲) مسلم،۴/۱۹۷۸، کتاب البر والصلۃ، حدیث ۹/۲۵۵۱۔

Marfat.com

کے بعد، سب سے اونچا اور سب سے بڑا رتبہ عطا کیا گیا ہے اور ماں باپ کی اطاعت اور ان کی خدمت کو...... بے حد اہمیت عطا کی گئی ہے......سورہ لقمان مین ہے، فرمایا:

وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ ۚ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ وَّ فِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ (۱)۔

اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے اسکے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔

اسلام میں والدین کے جو حقوق بیان کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حسن سلوک کرنا:

قرآن کریم میں والدین کے حقوق کے سلسلے میں سب سے زیادہ زور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے پر دیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا (۲)

اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا عہد بنی اسرائیل سے بھی لیا تھا، چنانچہ فرمایا:

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا(۳)۔

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے بھلائی کرنا۔

---

(۱) لقمان، ۳۱/۱۴۔

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷/۲۳

(۳) البقرۃ، ۲/۸۳۔

Marfat.com

اسی طرح ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم......شریعت اسلامیہ کے امتیازی خصائص میں سے ہے فرمایا:

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (۱).

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

قرآن کریم میں......اس بات پر زور دیا گیا ہے، کہ انسان کو اپنے والدین کے ساتھ قلبی اور ذہنی لگاؤ رکھنے کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی...... نیک اور اچھا سلوک کرنا چاہیے، اور سورۃ الاسراء کی مذکورہ آیت میں والدین سے ہر ایسے سلوک اور رویئے سے منع کر دیا گیا ہے جس سے والدین کے ساتھ لاتعلقی، ان کی توہین، ان کے ساتھ بدسلوکی، یا ان کی کم وقعتی کا اظہار ہوتا ہو''۔

مختصراً یہ کہ انہیں اپنی زندگی کی خوشیوں اور مسرتوں میں شریک رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، اسی لیے اسلام کا یہ حکم انہیں محض کھانا کھلانے یا کپڑے پہنانے تک محدود نہیں ہے، بلکہ اسلام کا یہ حکم بہت جامع اور بہت وسیع ہے۔

والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ، محبت و تعلق کے ساتھ رہنے کی اہمیت کا مزید اندازہ......اس حدیث نبوی سے کیا جا سکتا ہے، جس میں ارشاد ہے:

''بے شک رحم اللہ تعالیٰ سے نکلا ہوا جذبہ (شجنة من الرحمن) ہے......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو تجھے ملائے گا، میں اسے ملاؤں گا، اور جو تجھ سے تعلق قطع کرے گا، میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا'' (۲)۔

اس روایات سے واضح ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت اور اطاعت کرنا دراصل خود کو جنت کے حصول کا حق دار بنانے کے مترادف ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

---

(۱) النساء، ۴/۳۶۔

(۲) البخاری، کتاب الادب، ۱/۴۱۷، باب ۱۳، حدیث ۵۹۸۸۔

Marfat.com

خواہ اس کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ ہو یا غیر مسلموں کے ساتھ۔

(۴) تعظیم وتکریم کرنا

اولاد پر والدین کا صرف یہی حق نہیں کہ وہ انہیں کھانا دیں اور رہنے کی جگہ دیں وغیرہ، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان کے ساتھ تعظیم وتکریم اور احترام کے ساتھ پیش آئیں، چنانچہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلاَ تَنۡهَرۡهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوۡلاً كَرِيۡماً(۱).

اور تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ نہ کر اور ان کے ساتھ تو نرمی کے ساتھ پیش آ۔

والدین کی تعظیم وتکریم کا مطلب یہ ہے کہ انہیں پوری طرح گھر کے اور خاندان کے معاملات میں شریک رکھا جائے اور ان سے مشورہ لیا جائے اور ان کے مشورے کو اہمیت دی جائے اور انہیں اپنے خاندان کا بے کار فرد سمجھنے کے بجائے ان سے ہر طرح استفادہ کیا جائے۔

والدین کی خدمت اور حسن سلوک سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے اور والدین کی دعائیں الگ ملتی ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''تین لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی اور اس میں شک نہیں ہے: باپ کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔(۲)

ایک اور موقع پر نبی اکرم ﷺ نے مختصر انداز میں ارشاد فرمایا ہے:

اللہ کی رضا والد کی رضا میں اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔(۳)

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا یہ حکم انسانی معاشرے اور انسانی زندگی کے گہرے مشاہدے پر مبنی ہے، اور اسلام ...... انسان کے ان معاشرتی اور سماجی رویوں کو کتنی

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷/۲۴۔

(۲) احمد بن حنبل، مسند، ۲/۲۵، ۳۳۴، ابوداؤد، السنن، ۲/۱۸۷، حدیث ۱۵۳۶، الترمذی، ۴/۳۱۴، حدیث ۱۹۰۵۔

(۳) الترمذی، ۴/۳۱۱، حدیث، ۱۸۹۹۔

Marfat.com

دعا کرنا، ان کی مغفرت و بخشش کی دعا کرنا، ان کے قرضوں اور ذمہ داریوں کو ادا کرنا اور ان کے دوستوں اور تعلق رکھنے والوں کے ساتھ محبت و اکرام سے پیش آنا (۱)۔

نامور تابعی حضرت محمد بن سیرین کہتے ہیں: کہ ایک دن ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ تھے، کہ انہوں نے کہا: اے اللہ ابو ہریرہ اور اس کی والدہ کی مغفرت فرما اور ان لوگوں کی بھی بخشش فرما، جو ان دونوں کے لیے تجھ سے بخشش کی دعا کریں۔ ابن سیرین کہتے ہیں: کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا کا مصداق بننے کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کی والدہ کے لیے دعا کیا کرتے تھے (۲)۔

دراصل نیک اور صالح اولاد...... جو اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہے، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جو انسان کے مرنے کے بعد بھی...... جاری و ساری رہتی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب انسان مرجاتا ہے، تو اس کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے، سوائے ایسے صدقہ کے جو اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے، ایسے علم کے، جس کا فائدہ برقرار رہے، اور ایسی نیک اور صالح اولاد کے جو اپنے والدین کے لیے دعائے خیر کرتی رہے (۳)۔

(۱) البخاری، ادب المفرد، ص ۴۲۶، باب حسن العہد، حدیث ۱۳۰۰؛ ابوداؤد، السنن، ۵/۳۵۳، کتاب الادب، باب (۱۲۹) حدیث ۵۱۴۴۔

(۲) ابن حجر العسقلانی، الاصابہ...... (حالات حضرت ابو ہریرہؓ)۔

(۳) البخاری، کتاب العلم۔

Marfat.com

اہمیت دیتا ہے۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی رُو سے انسان ...... کوئی مشین یا کسی مشین کا کل پرزہ نہیں ہے کہ جس کا کام محض اولاد کی تخلیق ہے، بلکہ انسان کی پیدائش خالق کائنات کا سب سے عظیم شاہکار ہے، جو والدین کی وساطت سے تکمیل پذیر ہوتی ہے، اسی لیے والدین کا انسان کی زندگی میں غیر معمولی ...... کردار ہے، اسی کردار کو نمایاں کرنے اور انسانی زندگی کو خوشیوں اور مسرتوں سے ہم کنار کرنے کے لیے ...... اسلام نے والدین کی خدمت واطاعت کو، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد، سب سے اہم ترین فریضہ قرار دیا ہے، اور تمام مذاہب میں اپنے اس حکم کو نازل فرمایا ہے، اور والدین پر کیے جانے والے خرچ کو ...... مال کا بہترین اور عمدہ ترین مصرف قرار دیا ...... فرمایا:

يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَآ اَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ (۱).

(اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں، کہہ دو کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ کو اور قریب کے رشتہ داروں کو دو۔

۳۔ والدہ کے حق کا تقدم

والدین میں سے پھر ماں کا حق ...... باپ سے مقدم رکھا گیا ہے، اس لیے کہ انسان کی پیدائش میں ماں کی محنت ومشقت کا زیادہ عمل دخل ہے، قرآن کریم میں ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْراً: (۲)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدن کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ اس کا اٹھایا اور اسے تکلیف کے ساتھ جنم دیا اور اس کا حمل

---

(۱) البقرة،۲/:۲۱۵۔
(۲) الاحقاف،۴۶/۱۵۔

Marfat.com

اور دودھ چھڑانے تیس مہینوں (اڑھائی سال) میں ہوتا ہے.

اس آیت میں والدہ کے کردار پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا یارسول اللہ میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ (چوتھی بار) فرمایا: تیرا والد(۱).

۴۔ والدین کی وفات کے بعد ان کے حقوق کی ادائیگی

پھر اسلام نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ والدین کے فوت ہونے سے ان کے حقوق کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ یہ سلسلہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے...... اس حق کی ادائیگی ...... ان کے لیے دعا اور ان کے دوست احباب کے ساتھ...... قلبی تعلق رکھنے کی صورت میں کی جاسکتی ہے۔ سنن ابی داود میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں آیا اور اس نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! والدین کی وفات کی بعد بھی کیا ان کا کوئی حق باقی رہ جاتا ہے؟ فرمایا: ہاں، ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے، ان کے وعدوں کو پورا کرنے اور ان سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ساتھ بدستور محبت واحترام کا تعلق رکھنے کا حق باقی رہتا ہے......(۲)۔

اس طرح حضرت ابو آسیہ سے مروی ہے، کہتے ہیں:

کہ ایک دن ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے، کہ ایک شخص نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا، یارسول اللہ! کیا والدین کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کا کوئی حق رہتا ہے؟ فرمایا: ہاں ان کے چار حقوق باقی رہتے ہیں: ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحم کی

(۱) البخاری، ۱۰/ ۴۰۱، ۸۰۷) کتاب الادب، باب البر(۱)، حدیث ۵۹۷۱۔

(۲) مسلم، الجامع الصحیح ۴/ ۱۹۷۹، کتاب (۴۵)...... باب (۴) حدیث ۱۳/ ۲۵۵۲۔

قرابت داروں کے ساتھ...... حسن سلوک

''اور وہ جوان (رشتوں) کو ملا کر رکھتے ہیں جن کو ملا کر رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے'' (الرعد)

''صلہ رحمی یا قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک'' سے مراد تمام انسانی رشتوں کا احترام ملحوظ خاطر رکھنا ہے، اس لیے اس فہرست میں والدین کے بعد تمام قریبی رشتہ دار (مثلاً بھائی، بہن، ماموں، چچا، خالہ وغیرہ) شامل ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ (۱).

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں مختلف خاندانوں، قبیلوں اور معاشروں میں پیدا کیا ہے یہ قبیلے اور یہ خاندان، جن میں انسان پیدا ہوتا ہے، اس کی مرضی اور اس کی پسند یا ناپسند پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ ان کا تعین اور انتخاب اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے، اسی لیے یہ خاندان اور یہ قبیلے ...... انسان کی شخصیت اس کی ذات کا ایک حصہ ہیں ...... اور شریعت اسلامیہ نے ...... ان قبیلوں اور خاندانوں کے ساتھ پیار اور محبت کا رشتہ اور تعلق قائم رکھنے کا حکم دیا ہے، قرآن کریم میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (۲).

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی آدم اول

---

(۱) الاسراء، ۱۷/۲۶۔

(۲) النساء، ۴/۱۔

Marfat.com

سے) اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو۔ اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حق تعالیٰ نے ہر انسان کو کسی نہ کسی خاندان یا کنبے میں پیدا کیا ہے، اور پیدائشی طور پر، کچھ لوگ ہمارے بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ وغیرہ قرار پاتے ہیں، شریعت ان تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی اور مصیبت کے وقت ان کی مالی مدد کرنے کا حکم دیتی ہے..... قرآن کریم، سورۃ النحل میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں انصاف، لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور قریبی رشتہ داروں کو مالی مدد دینے کا حکم دیتا اور بے حیائی، برائی اور زیادتی سے منع کرتا ہے۔

جبکہ سورۃ البلد میں يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (۲)...... (قرابت دار یتیم)...... کے ساتھ حسن سلوک کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث مبارکہ میں اس مضمون کو بیان کیا ہے۔

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے اپنی ایک باندی (خادمہ) کو آزاد کیا ہے، آپؐ نے فرمایا: اگر تم اپنے ماموں کو دے دیتیں (جو ضرورت مند تھے)، تو تمہارے لیے زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہوتا (۳)۔

---

(۱) النحل، ۱۶/۹۰۔

(۲) البلد، ۹۰/۱۵۔

(۳) مسلم، ۲/۶۹۲، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ، باب (۱۴)، حدیث ۹۹۹ (۴۴)

Marfat.com

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: مفلس کی کوشش اور محنت سے مدد اور ابتدا اس شخص سے کرو، جو تمہارے قریب ہے(۱)۔

جبکہ حضرت سلمان بن عامر روایت کرتے ہیں، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسکین پر کیا جانے والا صدقہ، ایک صدقہ ہے، اور......قریبی رشتہ دار پر کیا گیا، صدقہ دو صدقے ہیں، یعنی صدقہ اور صلہ رحمی (۲)......''

ایک اور حدیث مبارکہ میں......اخراجات کی ترتیب بیان کی گئی ہے......حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: یارسول اللہ، میرے پاس ایک دینار ہے، فرمایا: تو اسے اپنے خود پر صرف کر، کہا: میرے پاس ایک اور بھی ہے، فرمایا: اسے اپنی اولا پر خرچ کرو......کہا: یارسول اللہ میرے پاس ایک اور بھی ہے، فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کرو، کہا: یارسول اللہ، میرے پاس ایک اور بھی ہے......فرمایا: اسے اپنے خادم پر خرچ کرو......کہا: یارسول اللہ میرے پاس ایک اور بھی ہے، فرمایا: اس کے متعلق تو خود اچھی طرح جانتا ہے، کہ اسے کہاں خرچ کرنا چاہیے۔(۳)''

اس طرح قرابت داروں کو......صدقہ اور خیرات میں مقدم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

(۱) ابوداؤد، ۲/۳۱۲، کتاب الزکوٰۃ، باب (۴۰)، حدیث ۱۶۷۷۔

(۲) احمد بن حنبل، مسند، ۴/۲۱۴، الدارمی، مسند، ۱/۳۹۷، کتاب الزکوٰۃ؛ الترمذی، ۳/۴۶-۴۷، کتاب الزکوٰۃ، باب)۲۶(، حدیث ۶۵۱۔

(۳) احمد بن حنبل، مسند، ۲/۲۵۱؛ ابوداؤد، السنن، ۲/۳۲۰-۳۲۱، کتاب الزکوٰۃ، باب فی صلۃ الرحم۔

Marfat.com

حکم یہ ہے کہ اپنی بیوی، اپنے بچوں اور اپنے والدین ...... کی کفالت کے بعد، اپنے مال سے، اپنے حقیقی بہن بھائیوں، اپنے والد اور اپنی والدہ کی طرف سے رشتہ داروں پر خرچ کیا جائے۔ان رشتہ داروں کے کیا حقوق ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا

قرآن کریم میں بار بار اور بالتکرار قریبی رشتہ داروں کے ساتھ رشتہ داری کو جوڑ کر رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے، چنانچہ ایک جگہ قرابت داری اور رشتہ اخوت وقرابت کی پاس داری کرنے کو، ایمان کی اور عدم تعلق یا قطع تعلق کو ...... کفر ونفاق کی علامت قرار دیا ہے، فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ (۱)۔

(بدکار وہ ہیں) جو اُس (رشتے) کو قطع کرتے ہیں، جس کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (۲)۔

اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا اُن کو جوڑے رکھتے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے اور بُرے حساب سے خوف رکھتے ہیں.

اسی طرح سورہ النساء میں ذی القربی کی صراحت کے ساتھ یہ حکم مذکور ہے:

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى (۳)۔

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور

(۱) البقرۃ،۲/ ۲۷۔

(۲) الرعد،۱۳/ ۲۱۔

(۳) النساء،۴/ ۳۶

Marfat.com

قرابت والوں سے احسان کرو۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان ان تمام تعلقات اور ان تمام رشتوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کو مضبوط و مستحکم بناتا ہے، جن میں اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے، اور ان رشتوں اور ان قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کے ذریعے ...... اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طالب رہتا ہے۔

ایک حدیث نبوی میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الرحم شجنة من الرحمان قال الله تعالیٰ من وصلک وصلته ومن قطعک قطعته (۱)۔

رحم (صلہ رحمی) رحمان سے نکلا ہے...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے تجھے ملا کر رکھا میں اسے اپنی رحمت سے یا خود سے ملاؤں گا اور جس نے تجھ سے رشتہ یا تعلق توڑا تو میں اس سے اپنا رشتہ اور تعلق توڑ لوں گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله (۲)۔

رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور یہ کہتی ہے: جس نے مجھے ملایا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا اور جس نے مجھ سے قطع تعلق کیا اس سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا تعلق توڑ لے گا۔

صلہ رحمی یا رشتہ داری کو ملانے کا مفہوم یہ ہے، کہ آدمی اپنے خاندان کے ساتھ مل کر اور جڑ کر رہے، ان سے بندہ خود کو الگ اور علیحدہ نہ کرے۔

۲۔ حسنِ سلوک کرنا:

رشتہ داروں کا دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا جائے،

(۱) البخاری، ۱۰/ ۴۱۷، کتاب الادب ۷۸، باب ۱۳، حدیث ۵۹۸۸۔

(۲) البخاری، ۱۰/ ۴۱۷، باب ۱۳، کتاب الادب حدیث ۵۹۸۹۔

قرآن کریم میں ہے:

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی۔(۱)

اور ماں باپ کے ساتھ اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے۔ حسنِ سلوک سے مراد، ان کے ساتھ مالی امداد واحسان سے لیکر، ہر طرح کا اچھا اور عمدہ سلوک ہے، جس کی شریعت اسلامیہ نے لوگوں کو تاکید کی ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

حقه من صلة الرحم وحسن المعاشرة والبر عليهم(۲).

یعنی صلہ رحمی کرنا، ان کے ساتھ عمدہ طریقے سے تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ نیکی کرنا ان کا حق ہے۔

بعض علمائے کرام نے ...... اس تبرع اور احسان میں ان کی مالی کفالت اور ان کے اخراجات کا بوجھ اٹھانے کو بھی شامل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

''امیر شخص پر اس کے ہر قریبی رشتہ دار کے اخراجات کی کفالت کرنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ کم عمر اور فقیر ہو، یا کوئی عورت بالغ اور محتاج ہو، یا کوئی مرد ہو، مگر ...... معذور ہو، یا اندھا اور محتاج ہو...... اس لیے کہ اسی میں نفس کی بقا ہے اور یہی نیکی اور صلہ رحمی کی اصل ہے''(۳)۔

اس کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے، جہاں ارشاد ہے:

یَسْـَٔلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ(۴)۔

(اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں کہہ دو کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل

---

(۱) النساء،۴/۳۶۔
(۲) البخاری،۱۰/۴۱۷، کتاب الادب ۷۸، باب ۱۳، حدیث ۵۹۸۔
(۳) تفسیر مظہری،۵/۴۲۳، دہلی،۱۹۵۳۔
(۴) البقرۃ،۲/۲۱۵۔

Marfat.com

استحقاق یعنی) ماں باپ اور قریب کے رشتے دار کو دو۔

۳۔ ان کے لیے ہمیشہ کلمہ خیر کہنا

اسی طرح شریعت اسلامیہ نے ان کا ایک حق یہ بھی رکھا ہے، کہ ان کے لیے ہمیشہ اچھائی اور نیکی کا جذبہ رکھا جائے اور ان کے لیے ہمیشہ کلمہ خیر کہا جائے......اور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ان میں سے بڑوں کے ساتھ...... تعظیم واحترام سے اور چھوٹوں سے محبت وشفقت سے پیش آیا جائے.

(الف) اہل وعیال کی کفالت کرنا

اسلام نے ہمیں اپنے اہل وعیال کی کفالت پر بھی اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اور جب کوئی مسلمان اپنے گھر والوں پر اجر وثواب کی نیت سے خرچ کرے، تو اس کے لیے اس میں صدقہ (کا ثواب) ہے(۱)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب سے افضل دینار وہ ہے جو آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور وہ دینار جو اللہ کی راہ میں جانور پر خرچ کرے اور وہ دینار جو اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے(۲).

آپ نے ارشاد فرمایا:

''مسکین پر روپیہ خرچ کرنا صدقہ ہے اور قریبی رشتہ دار پر دوہرا اجر ہے، صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا'' (۳)۔

۴۔ رشتہ داری دوطرفہ عمل ہے

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ رشتہ داری دوطرفہ عمل ہے اور محض ایک طرف

(۱) تفسیر مظہری، ۵/۴۳۳۔

(۲) البخاری، ۹/۴۹۷، حدیث ۵۳۵، مسلم، ۲/۶۹۵، حدیث ۳۸/۶۹۵۔

(۳) مسلم، ۲/۶۸-۶۹۲، کتاب الزکوۃ، حدیث ۳۸/۹۹۴۔

Marfat.com

سے، رشتہ داری کو قائم نہیں رکھا جاسکتا، جب تک...... دوسرا فریق اُسے قائم رکھنے پر آمادہ نہ ہو، لہٰذا رشتہ داری کو قطع کرنے کی ذمہ داری اس شخص پر عاید ہوگی، جس نے دوسری طرف سے محبت اور تعلق کے اظہار کے باوجود اسے قائم نہ رکھا...... اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں:

ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا یا رسول اللہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں کہ میں ان سے رشتہ اور تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے رشتہ توڑتے اور قطع کرتے ہیں، میں ان سے حسنِ سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے مقابلے میں بردباری اور تحمل سے کام لیتا ہوں وہ مجھ سے جہالت اور نادانی کا مظاہرہ کرتے ہیں، فرمایا: اگر ویسے ہی ہے...... جیسے کہ تو نے کہا تو گویا تو ان پر خاک مل رہا ہے، اور ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تیرا...... اس وقت تک مددگار رہے گا، جب تک تو اسی حالت میں رہے گا (۱)۔

ایک اور حدیث نبوی میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

لا يدخل الجنة منان و لا عاق و لا مد من خمر (۲).

جنت میں احسان جتانے والا، ماں باپ کا نافرمان اور شراب پینے والا داخل نہ ہوگا۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ کیا اگر میں ابو سلمہؓ (میرے سابقہ شوہر) کی اولاد پر خرچ کروں تو میرے لیے اجر ہے؟ فرمایا: ہاں تو ان پر خرچ کرتی رہ، جو تو ان پر خرچ کرے گی تیرے لیے اس پر اجر ہے (۳)۔ اسی طرح اگر زکوۃ کی تقسیم کا معاملہ ہو تو اس وقت بھی قریبی رشتہ داروں کا حق دوسروں سے مقدم رکھا گیا ہے۔

(۱) مسلم، صحیح، ۴/۹۱۲، کتاب البر والصلۃ، ۴۵، حدیث ۲۵۵۷، ۲۲۔

(۲) احمد بن حنبل، مسند، ۳/ ۲۸، ابو سعید الخدری، علی المتقی، کنز العمال، ۱۶/۵۴۔

(۳) البخاری، ۳۰/ ۲۲۸، کتاب الزکواۃ، حدیث ۱۴۶۷، کتاب الزکاۃ، ۲۴۔

Marfat.com

③ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک

''اور اس کی محبت کے باوجود وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' (الدہر)

قرآن کریم میں محتاجوں اور مساکین کے جن جن طبقات کو خصوصی اہمیت اور فوقیت عطا کی گئی ہے، ان میں معاشرے کا یہ طبقہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے: ارشاد ہے

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ٥ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (۱)

اور باوجود یکہ ان کو...... کھانے کی خواہش (اور حاجت) ہے وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، اور کہتے ہیں: ہم تمہیں اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ تو بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔

یتیم اس نابالغ اور کم عمر بچے یا بچی کو کہا جاتا ہے، جس کے سر سے، نابالغی کے زمانے میں اس کے باپ کا سایہ اٹھ جائے، ایسا بچہ یا بچی...... عام طور پر معاشرے کے رحم وکرم پر ہوتا ہے...... چاہے معاشرہ اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت کر کے...... اسے سنوار دے اور چاہے اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت سے بے توجہی اختیار کر کے اسے بگاڑ دے۔

اسلام نے...... عام معاشروں کے برعکس یتیم بچوں اور یتیم بچیوں کی دیکھ بھال اور ان کے ساتھ خصوصی شفقت اور محبت سے پیش آنے کی بے حد فضیلت بیان کی ہے...... مولانا سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

> وہ کمسن بچہ، جو باپ کے سایہ محبت سے محروم ہے، جماعت کے ہر رکن کا فرض ہے، کہ اس کو آغوش محبت میں لے، اس کو پیار کرے اس کی ہر طرح خدمت کرے، اس کے متروکہ مال واسباب کی حفاظت کرے، اس کی تعلیم وتربیت کی فکر رکھے، عقل

(۱) الدہر، ۷۶/۸۔۹۔

Marfat.com

وشعور کے پہنچنے کے بعد اس کے باپ کی متروکہ جائداد اس کو واپس دے، اور یتیم لڑکیوں کی حفاظت اور ان کی شادی و بیاہ کی مناسب فکر کرے، یہ وہ احکام ہیں، جو مکہ کا یتیم پیغمبر اپنے ساتھ لایا (۱)۔

اسلام سے پہلے ...... تمام دنیا میں دوسرے طبقات کی طرح یتیم لڑکوں اور یتیم لڑکیوں کے کوئی حقوق نہ تھے...... لوگ ان کے مال اور ان کی جائدادوں پر قبضہ کر کے انہیں گھروں سے نکال دیتے تھے اور اگر یتیم لڑکی ہوتی تو وہ بذات خود مرنے والے کے ترکے اور اس کی وراثت کا ایک حصہ تصور ہوتی تھی اور اس کے وارثوں کو اس کی جائداد کی طرح خود اس کی ذات پر حق ملکیت حاصل ہوتا تھا.

قرآن کریم میں معاشرے کی اس سنگ دل اور اس بے رحمی پر جگہ جگہ توجہ دلائی گئی ہے، سورۃ الفجر میں ہے:

كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ O وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ O وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا O وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۲).

نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے، اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کو بہت عزیز رکھتے ہو.

دوسری جگہ یتیموں کو دھکے دینے اور ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنے کا ذکر ...... ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ O فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (۳).

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے، یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے.

---

(۱) سیرۃ النبی، ۶/ ۲۸۷۔

(۲) الفجر: ۱۷۔۲۰۔

(۳) الماعون: ۱،۲۔

Marfat.com

اور چونکہ آنحضور ﷺ نے بذات خود...... یتیمی کی زندگی بسر کی تھی، اسی لیے آپ کو ان تمام محرومیوں اور ان تمام زیادتیوں کا احساس تھا، جو اس طبقے کے ساتھ روا رکھی جاتی تھیں، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی .... فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ (۱).

بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی (بے شک دی...... پس تو یتیم کو نہ جھڑک.

اس پس منظر میں جب اسلام دنیا میں امن اور رحمت لیکر آیا، تو اس نے ...... معاشرے کے اس مظلوم، اور محروم طبقے کے غموں اور دکھوں کا بھی ازالہ کیا اور اسے اپنی توجہ کا مرکز بنایا...... اور یتیموں کے ساتھ محبت وشفقت کے ساتھ پیش آنے کو...... بڑی گھاٹی عبور کرنے سے تعبیر کیا...... ارشاد ہے:

فَکُّ رَقَبَۃٍ O اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ O یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ O اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ (۲).

(یہ گھاٹی یہ ہے) کسی کی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا۔ یتیم رشتہ دار کو۔ یا فقیر خاکسار کو۔

۲۔ یتیموں کا حق وراثت:

جب آنحضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے، اور غزوۂ بدر اور غزوہ احد کے بعد، یتیموں کا ایک طبقہ معرض وجود میں آیا تو ان حالات میں یتیم بچوں اور بچیوں کی اسلامی معاشرے میں آبادکاری کا خصوصی طور پر خیال کیا رکھا گیا اور انہیں...... ان کی وراثت اور جائداد میں حق ملکیت عطا کیا گیا، جو عرب کے اس معاشرے کے لیے...... بالکل انوکھی اور نئی بات تھی...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) الضحیٰ: ۶،۹۔

(۲) البلد: ۱۳-۱۶۔

Marfat.com

وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا(۱)۔

اور یتیموں کا مال (جو تمہاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ (اور عمدہ) مال کو (اپنے ناقص اور) برے مال سے نہ بدلو اور نہ انکا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ، کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

اور پھر یتیموں کی جائدادیں ان کے سپرد کرنے کے لیے ...... نگرانی اور نظارت کے احکام عطا فرمائے، جن میں خاص طور پر، یہ حکم دیا گیا ہے، کہ یتیم بچے جب تک عاقل بالغ نہ ہوں، ان کی جائدادیں ان کو مت سونپو، اس لیے کہ وہ اپنی کم عقلی اور کم فہمی کی بنا پر انہیں ضائع کر دیں گے، چنانچہ ان کی یہ جائدادیں ان کے کسی بڑے رشتہ دار کی نگرانی میں رکھی جانی چاہئیں، جو انہیں ان کی ضرورت کے مطابق اس میں سے کھلائے ......اور موسم کے مطابق لباس پہنائے ......اور ان کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آتا رہے۔

یتیم بچوں کی جائداد کے اس نگران اور اس کے ناظر و قیم کو یہ بھی ہدایت فرمائی، کہ وہ اس خیال سے کہ یہ بچہ جب بالغ ہو جائے گا اور اس جائداد سے اس کی نگرانی کا حق ختم ہو جائے گا...... وہ اس کی جائیداد کو جلدی جلدی نہ اڑائے، بلکہ اسے سنبھال کر رکھے......اور اگر......اس کی جائداد کا یہ نگران شخص امیر ہے جو اپنے اخراجات پورے کر سکتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اس میں سے کچھ نہ لے اور اگر وہ غریب ہے......تو اسے حسب قانون اور حسب دستور اپنے اخراجات کی کفالت کے لیے اس کی جائیداد میں سے...... لینے کا حق حاصل ہے، مگر......اس کا یہ سلسلہ حسب دستور اور حسب عرف و عادت اور حسب رواج ہو ......اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ انتظام و انصرام یتیم بچے کے لیے مفید ہونا چاہیے۔

۳۔ یتیم لڑکیوں کا حق میراث

اسلام سے پہلے عربوں میں لڑکیوں کو وراثت میں حصہ دینے کا بالکل رواج نہ تھا،

(۱) النساء،۴/۲۔

Marfat.com

اس پس منظر میں مدینہ منورہ میں ایک واقعہ پیش آیا، جس کا ذکر امام البغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں کیا ہے، لکھتے ہیں:

حضرت اوس بن ثابت انصاریؓ فوت ہو گئے اور انہوں نے ایک بیوہ ام کحہ اور تین بیٹیاں اپنے پیچھے چھوڑیں...... اسکے رشتہ داروں اور اوصیاء (Nominess) میں سے سوید اور عرفجہ اٹھے اور انہوں نے مرحوم کی تمام جائداد پر قبضہ کر لیا اور ان خواتین کو کوئی حصہ نہ دیا اور زمانہ جاہلیت میں یہ لوگ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے تھے، خواہ یہ اولاد لڑکا ہوتا یا لڑکی، وہ صرف مردوں کو حصہ دیتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ صرف اسی کو حصہ دیتے ہیں، جو لڑ سکے اور لوٹ کا مال جمع کر سکے، اس پر...... ام کحہ آنحضور ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: یارسول اللہ اوس بن ثابت فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے تین بیٹیاں چھوڑی ہیں اور میں اس کی بیوی ہوں اور میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے، ان کا والد...... معقول جائداد چھوڑ گیا ہے، مگر وہ سوید اور عرفجہ کے پاس ہے، انہوں نے میری بیٹیوں کو کچھ نہیں دیا، وہ میری گود میں ہیں، وہ نہ کچھ کھا سکتی ہیں نہ پی سکتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے سوید اور عرفجہ کو بلایا، تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ ہمارے بھائی کی اولاد نہ تو گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہے، اور نہ ہی بوجھ اٹھا سکتی ہے، اور نہ کسی دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے...... سورہ النساء کی آیت لِلرِّجَالِ...... الآیۃ نازل فرمائی، تو رسول اکرم ﷺ نے سوید اور عرفجہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کے مال میں کوئی تصرف نہ کریں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مرنے والے کے ترکے میں اس کی بیٹیوں کا بھی حصہ مقرر کر دیا ہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ حصہ کتنا ہے، چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ والی آیت نازل فرمائی تو آپ نے عرفجہ اور سوید کو حکم دیا کہ وہ ام کحہ کو آٹھواں اور اس کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے دیں، باقی مال ان کا ہے (۱)۔

(۱) تفسیر مظہری، ۲/۲/۱۸-۱۹۔

۴۔ یتیم کی کفالت کرنے کی فضیلت

اس کے علاوہ اسلام نے یتیم بچوں کی کفالت پر اعلیٰ ترین اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے...... آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا و کافل الیتیم له ولغیره فی الجنة هکذا واشار بالسبابة والوسطیٰ وفرج بینهما(۱).

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس طرح جنت میں ہوں گے، جس طرح یہ دو انگلیاں اس موقع پر آپ نے ہاتھ کی دو انگلیوں (سبابہ اور درمیانی) کی طرف اشارہ کیا اور دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔

ایک اور موقع پر زبان نبوت سے ارشاد ہوا:

مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے، جس میں کسی یتیم کے ساتھ اچھائی والا سلوک کیا جا رہا ہو، اور سب سے برا گھر وہ ہے، جس میں یتیم بچے کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہو(۲)۔

اسلام کی انہی تعلیمات کا یہ اثر تھا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام کے گھر اچھے خاصے ''یتیم خانے'' بن گئے اور یتیموں کی پرورش اور ان کو گود میں لینے پر جھگڑے ہونے لگے تھے۔

---

(۱) البخاری، ۹/۴۳۹، کتاب الطلاق (۶۹)، حدیث ۵۳۰۴؛ مسلم، ۴/۲۲۸۷، کتاب الزہد، باب (۲)، حدیث ۴۲۔

(۲) ابن ماجہ، السنن، احمد، ۱/۲۹؛ ابوداؤد، السنن، حدیث ۵/۳۵۶، کتاب الادب، ۵۱۴۹۔

④ مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک

''وہ ضرورت اور حاجت کے باوجود مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' (الدہر)

اسی طرح...... مساکین...... یعنی ضرورت مندوں کی امداد واعانت کرنا بھی مسلمانوں کی اوصاف کریمانہ میں شامل ہے...... قرآن کریم میں بیسیوں مقامات پر مسلمانوں کو مساکین کی امداد واعانت کا حکم دیا گیا ہے اور اسے مسلمانوں کی اوصاف میں شمار کیا گیا ہے، فرمایا:

وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ (۱)

اور (نیکی تو اس شخص کی ہے) جس نے اپنا مال اللہ کی محبت پر قریبی رشتہ داروں، تیموں اور مسکینوں کو دیا۔

اوپر گذر چکا ہے، کہ مساکین کی امداد واعانت زکوٰۃ کے مصارف میں داخل اور شامل ہے۔

مسکین کا لفظ سکن یسکن سے بنا ہے، جس کے معنی ایسے شخص کے ہیں، جو ضرورت اور مجبوری کے باوجود حرکت نہ کرتا ہو، یعنی لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہ کرتا ہو۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مال و دولت کی افراط عطا کی ہے اور کچھ لوگوں کو اس سے محروم رکھا ہے، یہ معاشی تفاوت دنیوی نظام حیات کا حصہ ہے اور اسی کی بنا پر دنیا میں معاشی اور معاشرتی توازن قائم ہے، پھر اسلام جہاں مسکینوں کو حکم دیتا ہے، کہ وہ تلاش رزق میں اپنی کوششیں صرف کریں اور کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلائیں، اسی طرح وہ مال داروں کو حکم دیتا ہے، کہ وہ معاشرے کے ان محروم طبقوں کا خاص طور پر خیال رکھیں۔

بعض علما فرماتے ہیں کہ فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس بالکل کچھ نہ ہو، اور مسکین ایسا شخص ہے، جس کے پاس زکوٰۃ کے نصاب سے کم رقم ہو؛ دوسرا قول اس کے برعکس ہے، بہر حال اسلام مسکینوں اور فقیروں کی مالی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۱۔ البقرہ، ۲/ ۱۷۷۔

⑤ بیوگان کی امدادواعانت

اسی طرح، اسلام نے ......''بیوگان'' کی مالی امدادواعانت کو...... مسلمانوں کے خصائص اوران کی صفات عالیہ میں شمار کیا ہے قرآن کریم میں...... بیوگان اوران کے بچوں کی کفالت کے لیے......ان سے نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی حیثیت بھی حاصل ہے، چنانچہ......آپ نے ،......مختلف اوقات میں کی گئی اپنی گیارہ شادیوں میں سے، دس بیوہ عورتوں سے کیں، جس سے معاشرے کے اس مظلوم اور بے کس طبقے کی امدادواعانت کے پہلو پر توجہ دلانا مقصود ہے۔

قرآن کریم میں ''بیوگان'' کا الگ گروہ کے طور پر ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ انہیں مساکین اور فقراء کے زمرے میں میں شمار کیا گیا ہے، اس لیے کہ ''بیوہ'' اسی وقت مستحق زکوٰۃ ہے، جب وہ ضرورت مند ہو؛ بصورت دیگر......اس کی مالی امداد کے بجائے، اس کی اخلاقی مدد ضروری ہے، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساکین اور بیوگان کی امداد واعانت کو رات بھر کے قیام، دن بھر کے روزے اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر قرار دیا، فرمایا:

''وہ شخص جو بیوہ اور مسکین کی مدد کے لیے کوشش کرتا ہے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، یا اس شخص کی طرح، جو رات کو اللہ کے سامنے قیام کرتا اور دن کے روزے رکھتا ہو۔ (۱)''

۱۔ البخاری، ۱۰/۴۳۷، کتاب الادب، باب ۲۶، حدیث ۶۰۰۷؛ مسلم، ۴/۲۲۸۶-۲۲۸۷، حدیث ۲۹۸۲۔

Marfat.com

⑥ اساتذہ، بزرگوں اور بڑوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلامی معاشرہ دراصل ایک مہذب اور سلجھا ہوا معاشرہ ہے......اور ایک مہذب اور سلجھے ہوئے معاشرے میں اپنے اساتذہ اور بڑوں کا ادب واحترام اس کا امتیاز ہوا کرتا ہے......اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا (۱)

جس نے ہم میں سے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کی عزت نہ کی، وہ ہم میں سے نہیں۔

اسی طرح اسلام بڑی عمر کے لوگوں خصوصاً......سفید ریش لوگوں کی عزت واحترام پر خصوصی زور دیتا ہے:

"جس شخص نے کسی بوڑھے شخص کا اس کی بڑی عمر کی بنا پر اکرام کیا، تو جب اس پر بڑھاپا آئے گا، تو اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو پیدا کرے گا، جو اس کا اکرام اور احترام کرے گا(۲)"۔

اسی طرح، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نقل کرتے ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی بوڑھے مسلمان کا......قرآن کریم کے ایسے حافظ کا، جو اس میں غلو نہ کرتا ہو، اور انصاف پسند بادشاہ کا احترام کرنا......اللہ تعالیٰ کا احترام کرنا ہے"(۳)۔

اسی طرح، ایک جامع حدیث مبارکہ ہے:

۱۔ احمد بن حنبل، مسند، ۱/۲۵۷؛ الترمذی، ۴/۳۲۲، کتاب البر، باب ۱۵، حدیث ۱۹۲۱۔

۲۔ الترمذی، ۴/۳۷۲، کتاب البر، باب (۴۵)، حدیث ۲۰۲۳۔

۳۔ ابوداؤد، ۵/۱۷۴، کتاب الادب، باب (۲۳)، حدیث ۴۸۴۳۔

Marfat.com

انزلوا الناس منازلھم......(۱)لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کرو۔

مطلب یہ ہے، کہ بڑوں کا ان کی عمر یا ان کے رتبے اور درجے کے مطابق احترام دو، اور چھوٹوں سے ان کی عمر یا رتبے کے مطابق...... محبت وشفقت کے ساتھ پیش آؤ۔

جبکہ ہمارے اساتذہ کرام، اور مشائخ، یعنی ایسے لوگ جو ہمیں دینی یا دنیوی تعلیم وتربیت مہیا کرتے ہیں، بھی ہماری طرف سے ادب واحترام، شکریئے اور توقیر کے مستحق ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا، اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔''

مطلب یہ ہے، کہ ایک مہذب اور شائستہ انسان ہر اس ہستی کا شکریہ ادا کرتا ہے، جس نے اس پر کوئی احسان کیا ہو اور جس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا، اس نے اپنے رب کا بھی شکریہ ادا نہیں کیا، امام بخاریؒ نے استاد کے ادب واحترام کا حکم...... قرآن حکیم میں مذکور حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعے سے اخذ کیا ہے، کہ موسیٰؑ جیسا نبی اپنے استاد کے ادب واحترام پر مجبور ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو...... اپنے اساتذہ، اپنے مشائخ اور اپنے محسنوں کا شکر گذار ہونا چاہیے.

۱۔ ابوداؤد، ۵/۱۷۳، کتاب الادب، باب (۲۳)، حدیث ۴۸۴۲۔

⑦ ہمسائے کے ساتھ حسن معاشرت

قرآن کریم میں......ہمسایہ کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کا بھی ذکر کیا گیا ہے، سورۃ النساء میں......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ......(۱)

اور (حسن سلوک کرو) رشتہ دار ہمسائے، اجنبی ہمسائے، پہلو کے ساتھی اور مسافروں اور تمہارے لونڈی غلاموں کے ساتھ۔

اس طرح قرآن کریم نے ہمسائیگی کی درج ذیل تین صورتیں بیان کی ہیں:

۱۔رشتہ دار ہمسائے،　　　　۲۔اجنبی ہمسائے

۳۔اور دوران مجلس یا دوران سفر کے......وقتی ہمسائے

قرآن کریم ان تینوں کے ساتھ حسن معاشرت کی ہدایت کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمسایوں کے ساتھ خصوصی طور پر حسن معاشرت اور حسن سلوک کی تاکید کی ہے......ارشاد نبوی ہے:

''اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں، پوچھا گیا یارسول اللہ، کون؟ فرمایا: جس کے شر سے اس کے ہمسائے محفوظ نہ ہوں'' (۲)۔

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں، کہ ایک دن...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حضرت جبریلؑ مجھے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے رہے، یہاں تک

۱۔　النسآء،۴/۳۶۔

۲۔　البخاری،۱۰/۴۴۳، کتاب الادب، باب ۲۹، حدیث ۶۰۱۶۔

Marfat.com

کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ عنقریب اسے وراثت میں حصہ دار بنایا جائے گا'' (۱)۔

ایک اور روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر اور بھلائی کی اساس...... ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک پر رکھی ہے، ارشاد ہے:

''بہترین ہمسایہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہو اور سب سے اچھا ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو اپنے ہمسائے کے لیے بہتر ہو'' (۲)۔

اسی طرح، اسلام میں اچھائی اور برائی کی اساس ہمسایوں سے تعلقات کی بہتری پر رکھی گئی ہے، حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے:

''ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ، مجھے یہ علم کیسے ہوگا، کہ میں نے جو کام کیا ہے، وہ اچھا ہے یا برا، فرمایا، جب تو اپنے ہمسایوں سے یہ سنے کہ تم نے اچھا کام کیا ہے، تو تو نے واقعی اچھا کام کیا ہے اور جب تو یہ سنے کہ وہ یہ کہہ رہے ہوں کہ تو نے برا کام کیا ہے، تو تو نے واقعی برا کام کیا ہے'' ۔ (۳)

ہمسایوں ہی کی طرح ہمارے گھریلو نوکر چاکر بھی ہماری طرف سے اچھے اور نیک سلوک کے مستحق ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر گھریلو خادموں کے ساتھ نیکی اور اچھے سلوک کی ہدایت کی ہے، ارشاد ہے:

''تمہارے لونڈی غلام/ گھریلو خادم تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کر دیا ہے، لہٰذا جو تم خود کھاؤ وہ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں بھی پہناؤ'' ۔ (۴)

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو آخری وصیت کی وہ نماز اور گھریلو خدام کا خیال رکھنے کے بارے میں تھی.

۱۔ البخاری، ۱۰/۴۴۱، کتاب الادب، باب ۲۸، حدیث ۶۰۱۴، ۶۰۱۵؛ مسلم، ۴/ ۲۰۲۵، کتاب البر، باب ۴۲، حدیث ۲۶۲۴۔

۲۔ الدارمی، السنن، ۲/ ۲۱۵، کتاب السیر ؛ الترمذی، ۳/ ۱۴۳۳، کتاب البر، باب (۲۸)، حدیث ۱۹۴۴۔

۳۔ ابن ماجہ، ۲/ ۱۴۱۲، کتاب الزہد، باب ۲۵، حدیث ۴۲۲۳۔

۴۔ البخاری، کتاب الایمان۔

Marfat.com

⑧ عام مسلمانوں کے ساتھ حسن معاشرت

”بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں“ (الحجرات)

اسلام کی بنیاد پر جو معاشرہ وجود میں آتا ہے، اس کی اساس باہمی اخوت اور بھائی چارے پر ہے، اسی لیے قرآن حکیم میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے بھائی بھائی قرار دیا ہے...... یہ بھائی چارہ اور اخوت پر مبنی معاشرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ...... وحدت اور اخوت کی لڑی میں نہ پرو دیا جائے، اسی لیے اسلام نے ...... مسلمانوں کے ایک دوسرے پر...... حسن معاشرت کی ہدایت کی ہے، جس کے بغیر، ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی...... حسن معاشرت کے چند پہلوؤں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑانا

قرآن کریم میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور ان کے برے برے نام تجویز کرنے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۱)

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسرے قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہو، اور نہ ہی عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے، کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور نہ ایک دوسرے پر عیب لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو، ایمان --

---

۱۔ الحجرات، ۴۹/۱۱۔

Marfat.com

لانے کے بعد کسی کا برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو کوئی توبہ نہیں کرے گا تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔

۲۔ایک دوسرے کی جاسوسی اور غیبت کی ممانعت

اسی طرح قرآن حکیم مسلمانوں کو، ایک دوسرے کی جاسوسی اور ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے بھی منع کرتا ہے، اور اسے سخت گناہ والے کام قرار دیتا ہے، ارشاد ہے:

وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (۱)

''اور نہ ہی ایک دوسرے کی جاسوسی کرو، اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو...... کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا، کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سوتم اسے ناپسند کرو گے، اور اللہ سے ڈرتے رہو''۔

۳۔ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: ''اگر وہ بیمار ہو، تو وہ اس کی عیادت کرے اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کرے، اگر وہ اپنے کسی کام کے لیے بلائے، تو وہ اس کی بات سنے، اگر وہ اسے ملے تو اسے سلام کرے، اگر اسے چھینک آئے، اور وہ الحمد اللہ کہے، تو وہ جواباً تشمیت (یرحمک اللہ) کہے، اور اگر وہ آنکھ سے اوجھل ہو یا سامنے ہو، تو اس کی خیر خواہی کرے''۔ (۲)

ان میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا جو حق ہے، اس کی مزید تفصیل بیان کی گئی ہے، فرمایا:

۱۔ الحجرات، ۴۹/۱۲۔

۲۔ البغوی، مصابیح السنۃ، ۳/۲۶۷، کتاب ۲۳، باب ۱، حدیث ۳۵۸؛ الدارمی، السنن، ۲/۲۷۶؛ الترمذی، ۵/۸۰، کتاب الادب، باب ۱، حدیث ۲۷۳۶۔

''سوار پیدل کو، اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو..... تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں''. (۱)

اسی طرح چھوٹی عمر کا شخص بڑی عمر کے شخص ..... کو سلام کرے ..... تاہم یہ بھی صراحت کر دی، کہ جو شخص دوسروں کو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے (۲)۔ اور خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ..... سلام میں پہل کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ اگر راستے میں بچے بھی ملتے تو انہیں بھی آپ سلام فرماتے تھے۔

الغرض ایک دوسرے کی عزت واحترام اور اس کی عزت وآبرو کی حفاظت سے لیکر ..... اسے سلام تک کے مسائل کو اسلام نے حسن معاشرت میں شامل کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے، کہ وہ معاشرہ جس میں ہم جی رہے ہیں اسے ہم خود بناتے اور تشکیل دیتے ہیں، لہٰذا اس کی تعمیر اور تشکیل جتنی عمدہ ہوگی، اس کا فائدہ ہمیں کو پہنچے گا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کو ذلیل اور رسوا کرتا ہے، نہ اسے حقیر سمجھتا ہے، تقویٰ یہاں ہے، اس وقت آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا، آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے، کہ وہ کسی مسلمان بھائی کو حقیر جانے، مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون، اس کا مال اور اس کی عزت حرام ہے''. (۳)

۱۔ البخاری، ۱۱/۱۴، کتاب الاستیذان، باب (۴)، حدیث ۶۲۳۱۔

۲۔ ابوداؤد، ۵/۳۸۰، کتاب الادب، باب ۱۴۴، حدیث ۵۱۹۷؛ الترمذی، ۵/۵۶، کتاب الاستیذان، باب ۶، حدیث ۲۶۹۴۔

۳۔ مسلم، ۴/۱۹۸۶، کتاب البر، باب (۱۰)، حدیث ۲۵۶۴ (۳۲)۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب پنجم

تہذیب واصلاح معاشرہ

بذریعہ

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ہجرت اور جہاد

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہذیب و اصلاح معاشرہ

تم بہترین امت ہو، جسے لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا (آل عمران)

مؤمن نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی زندگی میں تبدیلی لاتا ہے، بلکہ وہ معاشرے میں بھی صالح تبدیلی لانے...... اور انقلاب برپا کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم میں اس کی درج ذیل اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے:

۱) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا)

قرآن کریم اصلاح معاشرہ کے لیے مؤمنوں کی جن اوصاف کو نمایاں کرتا ہے، ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اوصاف سب سے زیادہ نمایاں ہیں، ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (۱)

''مومنو! جتنی امتیں (قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم ان سب سے بہتر ہو، کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اسی طرح سورۃ التوبہ میں...... اہل ایمان مردوں اور عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (۲)

---

۱) آل عمران، ۳/۱۰۹

۲) التوبہ، ۱۰/۷۳

Marfat.com

''ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، انہی لوگوں پر عنقریب اللہ رحمت فرمائے گا، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

دراصل کوئی نظام، خواہ وہ فکری ہو، یا غیر فکری، معاشی ہو یا غیر معاشی...... اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک اسے معاشرے میں مجموعی اور مرکزی قدر کے طور پر نہ اپنالیا جائے اور اس کے لیے اجتماعی سوچ اور فکر پیدا نہ کی جائے۔ اس کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے اسے یعنی ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کو امت پر بحیثیت مجموعی فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (۳)

''اور تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت و رسالت بھی اسی لیے فرمائی کہ وہ لوگوں کو اچھائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور جو قومیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا چھوڑ دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر تباہی اور ذلت کو مسلط کر دیتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ بن الیمان کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے تم لازماً دوسروں کو بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے ہاں سے کوئی عذاب بھیج دے، پھر تم اسے پکارو گے، مگر وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے گا۔''(۴)

---

۳) آل عمران، ۳/۱۰۴

۴) احمد، ۵/۳۸۸؛ الترمذی، ۴/۴۶۸، کتاب الفتن، باب ۹، حدیث ۲۱۶۹

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر لوگ کسی برائی کو دیکھیں اور اسے تبدیل نہ کریں، تو ممکن ہے کہ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے۔''(۵)

۲- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تین درجے

پھر امر بالمعروف اور نہیٰ عن المنکر کے تین درجے میں، ارشاد نبوی ہے:

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالك اضعف الايمان. (۶)

''تم میں سے جو شخص بھی برائی دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اسے اس کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنی زبان سے منع کردے، اگر اسے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو وہ اسے اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔''

پھر حکم یہ ہے کہ مسلمان دوسروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے پہلے خود کو ''اوصاف ایمانی'' سے مزین وآراستہ کرے، ایسا نہ ہو کہ وہ دوسروں کو بھلائی کا حکم دے اور خود برائی پر عمل پیرا رہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ. (۷)

''کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو، حالانکہ تم کتاب الٰہی پڑھتے ہو۔''

اسی طرح دوسروں کو برائی سے روکنے اور بھلائی کا حکم دینے سے قبل...... اپنوں کو اس کا حکم دینا، یا گھر کے افراد سے اس کی ابتدا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

---

۵) ابن ماجہ، السنن، ۳/ ۱۳۲۷، کتاب الفتن، باب ۲۰، حدیث ۴۰۰۵

۶) مسلم، کتاب الایمان، باب (۲۰)، حدیث ۷۹، (۴۹)

۷) البقرہ، ۲/ ۴۴

Marfat.com

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ.(۸)

''اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنایئے۔''

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے اعلان عام سے پہلے تین برس تک اپنے خصوصی حلقے میں دعوت اور تبلیغ فرمائی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر شخص کو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کی ابتداء اپنے گھر اور اپنے خصوصی حلقے سے کرنی چاہیے۔

تاہم دوسروں کو برائی سے روکنے کے لیے...... قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے برائی کے سدباب کی کوشش جاری رکھی جائے۔

پھر جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' نہایت اہم اور ضروری فریضہ ہے۔ اسی لیے اس کی ادائیگی کے لیے عوامی اور سرکاری سطح پر الگ الگ انداز سکھائے گئے ہیں:

الف) عوامی سطح

عوامی سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ عوام کے سامنے اچھائی اور برائی کا تصور واضح کیا جائے اور اس کے لیے تمام ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جائے، جس میں جدید ذرائع ابلاغ (پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا) سے لے کر ''مسجد کے استعمال تک سبھی امور شامل ہیں، یعنی خطابت، جمعہ وعیدین اور ہر سطح کی تعلیم وتربیت کے امور وغیرہ کے ذریعے اس تصور کو واضح کیا جائے۔

ان امور کا صحیح اور بروقت استعمال ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے سلسلے میں بڑا اہم کردار کرتا ہے۔

---

۸) الشعراء، ۲۱۴/۲۶

Marfat.com

ب) سرکاری سطح

اسی طرح سرکاری سطح پر ایسے ادارے کا قیام ضروری ہے جو برائی کے سد باب اور اچھائی کی ترغیب وترہیب کا فریضہ انجام دے، اس مقصد کے لیے مسلمانوں کے دورِ عروج میں حسبہ (محتسب) کا نظام اپنایا گیا، جو اسلامی نظام کا باقاعدہ حصہ رہا ہے۔

(۲) ہجرت یا ترک وطن کا مرحلہ

پھر اگر کوئی شخص کسی ایسے علاقے میں آباد ہو جہاں برائی کا غلبہ اور اس کی کثرت ہو اور متعلقہ شخص وہاں کسی مجبوری یا معذوری کی حالت میں زندگی گذارنے پر مجبور ہو تو ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ آدمی اُس علاقے سے ترک وطن کر کے (اگر ایسا ممکن ہو تو) کسی ایسے علاقے یا خطے میں چلا جائے جہاں اہل ایمان اور یا کم از کم اہل خیر کی کثرت ہو اور جہاں مسلمانوں کے لیے اپنے نظریئے اور اپنی فکر کے مطابق زندگی گذارنا ممکن ہو، جیسے کہ مسلمانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پہلے حبشہ (Eithopia) کی طرف ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔ ایسے حالات میں ہجرت فرض ہو جاتی ہے، اور ہجرت نہ کرنے والے سخت گنہگار تصور ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا۔[۹]

”بے شک وہ لوگ جن کی جانیں، فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ خود پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں، تم کہاں رہے، وہ کہیں گے کہ ہم زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے۔ وہ کہیں گے کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، یہی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

---

۹) النساء، ۴/ ۹۷

Marfat.com

جبکہ راہ اسلام میں ہجرت کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب کے امیدوار تصور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (۱۰)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

پھر جو شخص اللہ کی راہ میں...... ارادۂ ہجرت کر کے گھر سے نکل کھڑا ہو، پھر خواہ وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائے، یا راستے ہی میں کسی مصیبت یا حادثے کی نذر ہو جائے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر وثواب مستحکم ہو گیا، ارشاد ہے:

وَ مَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَةً وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا. (۱۱)

''اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین کو بے حد کشادہ پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے (گھر سے) نکلا تو اس کا ثواب اللہ پر واقع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔''

دراصل ''ہجرت'' کا مقصد محض ترک وطن نہیں ہے، بلکہ ہجرت کا مقصد مسلمانوں کی منتشر اور بکھری ہوئی قوتوں کو یکجا کرنا...... اور ان میں مرکزیت پیدا کرنا ہے تاکہ مسلمانوں کی افرادی قوت کو دشمن سے مقابلے اور برائی کے استیصال کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو لوگ محض معاشی لالچ کے تحت...... مسلمان ملکوں

---

۱۰) البقرہ،۲/۲۱۸

۱۱) النساء،۴/۱۰۰

Marfat.com

سے غیر مسلم ملکوں میں ترک وطن کر کے جاتے ہیں اور پھر اسی کفر وفسق کے غلبے کے تحت زندگی گذار دیتے ہیں ان کا حکم وہی ہے، جو کمزور مسلمانوں کا کفار کے ملک میں اوپر گذر چکا ہے.

(۳) جہاد فی سبیل اللہ

معاشرے کی اصلاح، دنیا سے برائی کے سدباب، مظلوموں اور محروموں کو...... انصاف کی فراہمی، فرعونوں اور شدادوں کے معاشرے سے خاتمے اور دنیا میں صبح نو کی آمد کے لیے جدوجہد اور عمل کا تیسرا مرحلہ ''جہاد'' کہلاتا ہے.

''جہاد'' کا لفظ ''جہد'' (کوشش، محنت) سے نکلا ہے، چنانچہ اسلام کی بلندی اور معاشرے میں نیکی اور بھلائی کے غلبے کے لیے کی گئی ہر کوشش جہاد ہے، جس میں جہاد باللسان سے شروع ہو کر جہاد بالقلم اور جہاد بالسیف تک کے تمام مرحلے داخل ہیں اور ان کوششوں کو...... جہاد کا مقصد (اعلائے کلمۃ اللہ) مرکزیت اور وحدت عطا کرتا ہے.

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں اصلاح معاشرہ اور تہذیب انسانیت کے لیے جتنا زور جہاد پر دیا گیا ہے اتنا زور شاید ہی کسی اور موضوع یا مضمون پر دیا گیا ہو۔ بلاشبہ قرآن کریم میں جہاد اور قتال کے موضوع کو بڑی مرکزیت حاصل ہے......اور بلا مبالغہ سیکڑوں آیات میں اس عنوان پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مسلمانوں کے اوصاف میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

سورۃ آل عمران میں ہے:

> فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ. (۱۲)

---

۱۲) آل عمران، ۳/ ۱۹۵

تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور (فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا، تم ایک دوسرے کی جنس سے ہو، تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے۔ میں ان کے گناہ ان سے دور کردوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔"

اسی طرح سورۂ انفال میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ.(۱۳)

"جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے لڑے، وہ اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے اللہ کے ہاں بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"

جہاد اور قتال کی راہ بڑی مشکل اور بڑی کٹھن راہ ہے، اس راستے میں قدم قدم پر مشکلات پیش آتی ہیں...... سارا زمانہ راستے میں دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے، مگر اللہ کے پرعزم بندے اس راستے پر ایمانی عزم اور ہمت کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتے ہیں...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَ هَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ .(۱۴)

"اور کتنے نبی ہوئے جن کے ساتھ اکثر اہل اللہ (خدا کے دشمنوں سے) لڑے ہیں تو جو مصیبتیں ان پر راہ خدا میں واقع ہوئیں ان کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی، نہ (کافروں سے) دبے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

---

۱۳) الانفال، ۸/۷۴

۱۴) آل عمران، ۳/۱۴۶

Marfat.com

جہاد چونکہ دنیا میں مثبت تبدیلی کے لیے کیا جاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں مجاہدین کا بڑا رتبہ ہے، ارشاد نبوی ہے:

''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مثال روزے دار، شب بیدار، اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھنے والے کی طرح ہے، جو کبھی روزے اور رات کی نماز سے وقفہ نہ کرتا ہو، تاآنکہ مجاہد اپنے گھر واپس نہیں آجاتا۔''(۱۵)

اسی طرح ارشاد نبوی ہے:

لغدوة او روحة فی سبیل الله، خیر من الدنیا ومافیها.(۱۶)

''اللہ کی راہ میں گذاری ہوئی ایک صبح یا ایک شام دنیا اور دنیا میں موجود تمام سازوسامان سے بہتر ہے۔''

پھر جب جہاد عملی شکل اختیار کر لیتا ہے اور گرم جنگ شروع ہو جاتی ہے تو پھر جنت کا سر کٹانے کا بازار سج جاتا ہے...... اور سر کے بدلے جنت کی آواز لگ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے جان و مال کو جنت کے ترازو میں تول کر...... انہیں یہ قیمتی دولت سرفراز کرنے کے لیے دربار رحمت سجا لیتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَ الْإِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.(۱۷)

''اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لیے بہشت تیار کی ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، تو مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں (یعنی مارے جاتے ہیں)، یہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم میں

---

۱۵) البخاری، کتاب الجہاد، باب ۲، حدیث ۲۷۸۷، مسلم، ۳/۱۴۹۸، کتاب الامارۃ، باب ۲۹، حدیث ۱۸۷۸

۱۶) البخاری، ۱۱/۲۳۲، کتاب الرقاق، باب ۲، حدیث ۶۴۱۵

۱۷) التوبۃ، ۹/۱۱۱

Marfat.com

سچا وعدہ ہے، جس کا پورا کرنا اللہ کو ضرور ہے، اور اللہ سے زیادہ سچا وعدہ کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے، اس سے خوش ہو جاؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

۴۔صالح امارت کا قیام

لیکن جہاد وقتال...... غیر منظّم کوششوں یا غیر مربوط جدوجہد کا نام نہیں ہے اور نہ ہی جہاد کو ''امام وقت'' کی اجازت کے بغیر لڑا جاسکتا ہے، جہاد وقتال کے لیے مسلمانوں کی صالح قیادت پر مشتمل ''امارت'' کا قیام ضروری ہے۔

لہٰذا اگر یہ کوششیں کسی صالح قیادت پر مشتمل ''امارت اسلامی'' پر منتج نہ ہوں تو یہ محض معاشرے میں انارکی اور ابتری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں، اسی لیے اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک صالح قیادت پر مشتمل ''امارت وحکومت'' کے قیام کے لیے اس جدوجہد کو نتیجہ خیز بنائیں اور جہاد کے نام سے شروع ہونے والی کوششوں کو اس کے منطقی نتیجے اور انجام تک پہنچائیں، اسی لیے مسلمانوں پر ''خلافت وامارت شرعیہ'' کا قیام فرض ہے تاکہ اصلاح معاشرے کے لیے شروع ہونے والی ان کی یہ کوششیں قوم اور ملک کو نتیجہ خیز انجام تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔

مسلمانوں کی یہ ''امارت وحکومت'' باہمی مشاورت پر مبنی ہونی چاہیے...... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وامرھم شوریٰ بینھم.(۱۸) ''اور وہ اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔''

اسی طرح دوسری جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا:

وَ شَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ (۱۹). ''(اے نبی) ان سے معاملات میں مشورہ کیجیے۔''

چنانچہ ''مجلس شوریٰ کا قیام، جو ''اہل حل وعقد'' پر مشتمل ہو، امارت وخلافت شرعیہ کے قیام کے لیے...... بنیادی اہمیت رکھتا ہے، یہی مجلس شوریٰ...... خلیفہ یا امیر کا انتخاب کرتی ہے۔ اور یہی مجلس تمام معاملات میں اجتہادی جذبے سے کام لے کر معاشرے کی اصلاح وبہتری کے

---

۱۸) الشوریٰ، آیت ۴۱   ۱۹) آل عمران، ۳/۱۵۰

Marfat.com

مؤمن ا

حاشرہ

لیے قانو

ں کیا

گیا، ہار

فہ کا

انتخاب ہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ.(۲۰)

''اے ایمان والو! اللہ، اس کے رسول اور تم میں سے جو صاحب معاملہ (اقتدار) میں، ان کی اطاعت کرو''۔

لیکن...... آخر الذکر یعنی حکمرانوں کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے، اسی لیے اس آیت میں بھی یہ ہدایت کر دی گئی، کہ اگر تمہارا کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔'' اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق.(۲۱)

'اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

اسی طرح حکمرانوں کے بنائے ہوئے ایسے قوانین کی پابندی بھی لازمی نہیں، جو واضح طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مشتمل ہوں.

الغرض ''مؤمن'' کی صفات میں معاشرے کی تبدیلی اور اس کی اصلاح وتہذیب کا پورا پروگرام شامل ہے.

یاد رہے کہ دورِ حاضر میں معاشرے کی اصلاح اور اس میں تبدیلی لانے کے لیے پرامن اور جمہوری جدوجہد بھی جہاد کے زمرے میں شامل ہے.

---

۲۰) النساء، ۴/۵۹

Marfat.com

قرآن وسنہ کی روشنی میں

مومن

اپنی صفات کے آئینہ میں

تصنیف
ڈاکٹر محمود الحسن عارف

297.
ع 16 م
9115

الکتاب ٹرسٹ

Marfat.com